حسن کا ڈاکو

ایک دلچسپ و دلکش اخلاقی ناول

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر

جس مین

بعض ہندوستانی رؤسا اور نوابون کی بدکاریان اُن سے سوسائٹی کی تباہی اور پھر اُن کا انجام نہایت عمدگی سے دکھایا گیا ہے اور جو سنہ ۱۹۱۲ء کے خریداران دلگداز کی خدمت مین ہدیۃً پیش کیا گیا

باہتمام

خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر پبلشنگ دلگداز

سنہ ۱۹۱۳ء

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان مین چھپ کے شائع ہوا

ہونے سے لگا ہوا ایک نفیس ڈرائنگ ٹیبل ہے جسے خاتونان فرنگ کا سنگھار دان کہنا چاہیے۔ مگر یہان اُس پر سات آٹھ مجلد کتابین ہین۔ جن مین سے دو ایک انگریزی ہین اور باقی اردو۔ تینون جانب دیوارون مین یورپ کے مشہور مصورون کے ہاتھ کی بنی ہوئی اعلیٰ درجے کی خیالی تصویرین آویزان ہین۔ جن کو دیکھ کے رہنے والون کے نکھرے مذاق کا پتہ لگتا ہے۔

پلنگڑی کے آگے ایرانی قالین بچھا ہے۔ جس پر گاؤتکیہ کے پاس ایک چھریرے بدن کی نہایت حسین و نازنین گل اندام و نازک بدن لڑکی آئینہ سامنے رکھے کنگھی چوٹی کر رہی ہے۔ اس کا سن سولہ سترہ برس سے زیادہ نہ ہوگا۔ چھت مین خوش وضع چھینٹ کا فرشی پنکھا لٹک رہا ہے۔ جس کی ڈور ایک ادھیڑ عورت کے ہاتھ مین ہے۔ اس عورت کی وضع و حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان کی خادماؤن مین سے نہین بلکہ ابھی ابھی باہر سے آکے اُس نے پنکھے کی ڈوری ہاتھ مین لے لی ہے۔ اور بار بار اس نازنین سے جانے کے لیے اصرار کرتی ہے جیسا کہ ہم پہلے ہی سُن چکے ہین۔ گل اندام نازنین نے اگرچہ جانے سے قطعی انکار کر دیا مگر وہ اب بھی جرأت کرکے یہی کہہ رہی ہے کہ "آپ کو اپنی خالہ جان کا کہنا ضرور ماننا چاہیے"

نازنین۔ (داہنی زلف مین کنگھی کرتے ہوئے) "مین کہتی ہون تمھین اس مین ضد کیون ہے؟ کہہ دیا کہ آج نہ جاؤن گی مگر تم وہی راگ گائے جاتی ہو۔ آخر آج ہی پر کیا موقوف ہے؟ کسی دن ہو آؤن گی"

عورت "نازک ادا نے اپنی گڑیا کا کام کیا ہے۔ وہ چاہتی ہین کہ اُس کی خوشی مین آپ بھی آکے شریک ہون"

نازنین۔ (نہایت بے پروائی سے) "مجھے گڑیان کھیلنے کا شوق نہین ہے!"

عورت "مجھے کیا مین یہی جاکے کہہ دون گی۔ مگر یہ نہ سمجھیے کہ آپ کی خالہ جان کو اس کا ملال نہ ہوگا۔ دل مین کہین گی کہ مین نے تو ایسے ارمانون سے بلایا اور وہ نہ آئین"

نازنین۔ (کنگھی سے بالون کی ایک گتھی سلجھا کے) "اچھا انھین بلانا تھا تو اپنی کسی ماما کو کیون نہ بھیجا؟ تمھارے بھیجنے کی وجہ؟"

عورت "اُنھون نے خیال کیا کہ اور کوئی آئے گا تو آپ جیسا کچھ سمجھا دین گی سُن کے

واپس چلا آئے گا۔ اور مجھے وہ جانتی تھیں کہ بے لیے نہ آؤں گی۔ حضور کو اگر میرا اعتبار نہیں ہے تو آدمی بھیج کے دریافت کرا لیجیے۔ بھلا میری مجال تھی کہ بے آپ کے حکم کے آپ کے پاس آتی؟"

نازنین۔ (کنگھی سے ہاتھ روک کے) "وزیرن۔ تمھارا اعتبار ہو یا نہ ہو مگر میں جب ہی جاؤں گی جب وہ خاص اپنی ماما کو بھیجیں گی۔"

وزیرن۔ "میری ہی بے اعتباری ہے تو حضور خود اپنی ماما یا کہاری کو ساتھ لے لیں۔ اس پر بھی جی نہ بھرتا ہو تو ڈیوڑھی کا کوئی جوان ساتھ چلا چلے۔ نہ جانے کی کیا وجہ؟"

اب نازنین دوشیزہ پیشانی کے بالوں میں کنگھی کر کے مانگ نکال رہی تھی۔ کمال بے پروائی کے ساتھ زلفوں کی چلمن میں سے جواب دیا "جو کچھ ہو آج تو نہ جاؤں گی۔"

وزیرن۔ "اور میں آپ کی خالہ جان سے وعدہ کر آئی ہوں کہ لے ہی کے آؤں گی۔"

نازنین۔ "تو کس نے کہا تھا کہ تم خواہ مخواہ کو میرے لانے کا بیڑا اٹھا لو۔ خالہ جان کو خود ہی معلوم ہے کہ میں تمھارے کہنے سے نہیں آ سکتی۔ اور تم نے لانے کی حامی بھری ہو گی بس انھوں نے تمھاری بات کے آزمانے کے لیے تم سے کہہ دیا کہ لا سکتی ہو تو جا کے لے آؤ۔ (مانگ نکال کے اور زلف شبگوں میں سے چاند سا مکھڑا نکال کے) اے اب تو جانی بھی تو ہرگز نہ جاؤں گی۔"

وزیرن۔ (مسکرا کے اور پیارے چہرے کی بلائیں لے کے) "مگر میں تو لے ہی کے جاؤں گی۔"

یہ جواب سنتے ہی نازنین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اگرچہ کاکل پیچاں کی گھٹا چھنٹ گئی تھی مگر آنکھوں سے بجلیاں گراتی ہوئی نہایت آشفتگی کے ساتھ بولی "اے تمھاری کبھی اتنی مجال ہوئی کہ مجھے زبردستی لے جاؤ گی؟ خبردار پھر یہ لفظ زبان سے نہ نکالنا ورنہ کھڑے کھڑے نکال دوں گی۔ تم اپنے آپ کو سمجھی کیا ہو؟"

یہ شوریدہ سری کے الفاظ کمسن نازنین نے ایسی برہمی اور جوش کے ساتھ ادا کیے تھے کہ آواز اس محترم خاتون کے کانوں تک پہنچ گئی جو انگنائی میں بیٹھی کپڑے قطع کرا رہی تھی۔ سنتے ہی اس نے متانت کے لہجہ میں پکار کے کہا "بیٹی مہ لقا! یہ کس پہ خفا ہو رہی ہو؟ کیا ہوا کیا؟ کچھ میں بھی تو سنوں۔" جواب میں قبل اس کے کہ یہ نازک اندام لڑکی لب ہلا سکے چالاک وزیرن نے چلا کے کہا "چھوٹی بیگم صاحب

رہی ہیں پر خفا ہو رہی ہیں" یہ کہتے ہی وہ جھٹ پٹ زینہ سے اُتر ہی اور لپک کے اُس
رز خاتون کے سامنے ادب سے کھڑی ہو گئی؟
خاتون "آخر کیا ہوا جو مہ لقا بیگم ایسی بگڑی ہوئی ہیں؟"
وزیرن "لونڈی حضور کی آپا کے پاس سے آئی ہے - اور اُن سے وعدہ کر آئی
ہے کہ صاحبزادی کو کسی نہ کسی طرح آج ہی اُن کے پاس پہونچا دے گی - مگر صاحبزادی
کسی طرح جانے پر راضی نہیں ہوتیں ؟ اور میں جو اصرار کرتی ہوں تو بگڑتی اور خفا
ہوتی ہیں"
خاتون "آخر نہ جانے کا کوئی سبب بھی بتاتی ہیں؟"
وزیرن "فرماتی ہیں کہ اُنھیں بلایا تھا تو کسی اپنی ماما یا اپنی ڈیوڑھی کے کسی جوان
کو بھیجتیں - میں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا اعتبار نہیں ہے تو اپنی کہاری یا ڈیوڑھی کے
کسی نوکر کو ساتھ لے لیجیے مگر نہیں مانتیں - ایک نان ہے اور ہزار نہیں"
خاتون "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا عذر ہو سکتا ہے ؟"
وزیرن "مجھے حضور فقط اس بات کا خیال ہے کہ آپ کی آپا کو صاحبزادی کے
نہ آنے کا بڑا ملال ہوگا - نازک ادا بیگم نے اپنی گڑیا کا کوئی کام کیا ہے اُنھوں نے
کہا کہ مہ لقا بیگم بھی آ کے اس کی خوشی میں شریک ہو جائیں - مگر یہ سنتی ہی نہیں ہیں
وہ نہ جانے کب سے بیٹھی انتظار کر رہی ہیں اب میں اکیلی جا کے جو کہوں گی کہ وہ
نہیں آئیں تو اُن کے دل کو بڑا ہی صدمہ ہوگا"
وزیرن کی یہ چکنی چپڑی باتیں سن کے خاتون نے پکار کے کہا "مہ لقا! تمھاری
خالہ نے بلایا ہے تو چلی کیوں نہیں جاتیں ؟ اس میں مضائقہ ہی کیا ہے ؟ حشمت کو
ساتھ لے کے چلی جاؤ دو گھڑی بیٹھ کے چلی آنا"
مہ لقا "اماجان آج تو نہ جاؤں گی"
خاتون "بیٹی ہر بات میں ضد نہیں کرتے"
مہ لقا "میں تو اماں جان جب ہی جاؤں گی جب وہ خاص اپنی ماما کو بھیجیں گی"
وزیرن "اچھا تو میں اُن کی ماما کو بلا لاؤں ؟ تب تو چلیے گا ؟"
مہ لقا "نہیں جب تک تمھارا درمیان ہے ہرگز نہ جاؤں گی"

وزیرن: "اب آپ کو مجھی سے دشمنی ہے تو ــــــ"

اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ مہ لقا آپے سے باہر ہو گئی۔ آئینہ کو ایک طرف ہٹا کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پالا اٹھانے کے دروازے کے پاس آ کے کہا "تیری ہستی ہی کیا ہے جو میں تیری دشمن ہوں گی۔ جہاں تک منہ لگاؤ مُردار سر پر چڑھتی چلی آتی ہے۔ جا دُور ہو یہاں سے۔ اور خبردار جو پھر کبھی گھر میں قدم رکھا۔"

معزز خاتون بیٹی کو کچھ سمجھانے کو تھی مگر اُسے یکایک اس قدر مشتعل و از خود رفتہ دیکھ کے حیرت زدگی کے ساتھ خاموش ہو گئی اور جب وزیرن چپکے ہی چپکے بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی تو بیٹی سے کہا "مہ لقا! یہ تم اس قدر آپے سے کیوں باہر ہو گئیں؟ اُس نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جس پر تم اس قدر بگڑ گئیں؟"

مہ لقا: "اماں جان آپ اس مُردار کو جانتی نہیں ہیں۔ خالہ جان نے اُسے منہ لگا رکھا ہے جس بہانہ سے یہ یہاں تک آ گئی۔ ورنہ یہ اس قابل تھوڑے ہی ہے کہ شریفوں کے گھروں میں گھسنے پائے۔"

خاتون: "مانا کہ ایسا ہی ہے مگر تمہارا خواہ مخواہ کا بگڑنا جو کوئی دیکھے گا کیا کہے گا؟" یہ کہہ کے پھر کپڑوں کی کتر بیونت میں مصروف ہو گئیں۔

اب مہ لقا جلدی جلدی چوٹی گوندھ کے نیچے اتری۔ اور حوض کے کنارے بیٹھ کے آواز دی "حشمت!" "جی" کی آواز کے ساتھ ہی نشیبی صحن کی ایک کوٹھری سے نکل کے ایک سانولی اور چلبلی لڑکی لپکتی اور اپنا نارنجی دوپٹہ ہوا میں اڑاتی ہوئی آ کے پاس ٹھہر گئی۔

مہ لقا: "کھڑی کیا ہو؟ صابون دانی۔ اور تولیا لاؤ۔" حشمت نے جو اسی گھر کی پروردہ لونڈی تھی دوڑ کے حکم کی تعمیل کی۔ صابون دانی مہ لقا بیگم کے قریب رکھ دی۔ اور تولیا ہاتھ میں لے کے کھڑی ہو گئی۔ منہ دھونے کے بعد مہ لقا بیگم تولیا ہاتھ میں لے کے منہ پونچھنے لگی۔ اور اسی حالت میں بولی "آج وزیرن کو میں نے ایسا آڑے ہاتھوں لیا ہے کہ غیرت دار ہے تو پھر ادھر کا رخ نہ کرے گی۔"

حشمت: "حضور نے سچ کہا کہ وہ گھروں میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ مجھے تو اُس کی آنکھوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اُفوہ! کیسی چمکتی ہیں!"

اس کے بعد مہ لقا حشمت کو اپنے اُسی بالائی کمرے مین لے گئی۔ اور وہان پھر
بہت سے مین اپنا رخ زیبا دیکھ کے بولی "مگر ذری بھر کو یہ بھی مان لو کہ یہ ایسی مکار نہین
سہی مگر اس کو کیا کوون کہ انھین اس کا اعتبار نہین"
حشمت "جی ہان۔ دولھا میان کو تو اس کے سایہ سے نفرت ہے۔ اور تعجب
کی یہ بات ہے کہ مان تو اس مردار کو اس قدر منھ لگاتی ہین اور صاحبزادے اُسکی صورت
دیکھنے کے روادار نہین"
مہ لقا "تمھارے ہی ہاتھون کئی بار پیام بھیج چکے ہین کہ اس عورت کو منھ نہ لگانا
پھر تم ہی کہو کہ مین اُن کے خلاف کر سکتی ہون؟"
حشمت "مجھ سے تو جب ملتے ہین اسی بات کی تاکید کیا کرتے ہین۔ اور بیوی
کل تو وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان سے کہہ دینا خبردار آج کل ڈولی یا فنس پر سوار
ہو کے گھر سے نہ نکلین۔ کئی عورتین ڈولیون مین سے غائب ہو چکی ہین"
مہ لقا "ہے ہے بڑا غضب ہوا تھا! کہین مین اس مردار کے کہنے سے سوار ہو گئی
ہوتی تو وہ کیا کہتے؟ لیکن حشمت اب یہ خالہ امان کے پاس جا کے خدا جانے کیا کچھ لگائیگی
اور وہ ایسی موم کی ناک ہین کہ جو کچھ کہے گی یقین کر لین گی۔ میری اچھی حشمت۔ تم
سب کام چھوڑ کے اسی وقت خالہ امان کے وہان چلی جاؤ۔ اور پتہ لگاؤ کہ اس نے
وہان کیا لگایا بجھایا ہے۔ میری طرف سے تم عذر کر دینا کہ اس وقت مجھے ایک بہت
ضروری کام تھا جس کی وجہ سے نہین حاضر ہو سکی۔ کل یا پرسون جب کہیئے حاضر ہون
اور یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مجھے بلانا ہو اکرے تو اپنے گھر کی کسی ماما کو بھیجا کیجیے۔ اور وہان
جو وہ مل جائین تو اُن سے الگ لیجا کے اتنا کہنا کہ "تمھین مجھ ہی پر حکومت کرنا آتی
ہے؟ اپنی مان کو نہین سمجھاتے کہ ایسی مکار عورت کو منھ نہ لگائین" اور ہان یہ
بھی پوچھ لینا کہ ڈولی یا فنس تک پر بیٹھ کے گھر سے نکلنے کو تو تم نے منع کر دیا ہے
مگر تمھاری والدہ بلائین تو مین کیا عذر کرون؟ اس مین تم چاہے برا مانو یا بھلا
مجھ سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ خالہ امان کے حکم کے خلاف کرون۔ اور مین چاہون بھی
تو امان جان کیون پیچھے وسینے لگی تھین؟ اور کہنا اگر چھٹی ہو تو کل دوپہر کو جس وقت
امان جان آرام کرتی ہوتی ہین ذرا مجھ سے آ کے مل جائین۔ مجھے اُن سے کچھ ضروری

باتین کرنی ہین"
حشمت "مین ابھی جاتی ہون" یہ کہتے ہی اُس نے اپنے کرے مین پہنچکے ا
چوڑی چادر مین اپنے آپ کو لپیٹا اور ڈیوڑھی سے نکل کے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے
بعد نازک اندام مہ لقا کچھ دیر تک تو ایک سوچ مین رہی پھر ڈرائنگ ٹیبل پر سے کوئی
کتاب لے کے نیچے اُتر ہی۔ اور حوض کے کنارے ایک کرسی پر بیٹھ کے اُسکا مطالعہ
کرنے لگی۔

دوسرا باب

مولانا سعد اللہ کا قتل

آفتاب غروب ہونے کو ہے۔ اور ھلال نگر کی رونق اپنے شباب پر ہے۔ وضیع
شریف۔ امیر وغریب۔ بوڑھے۔ بچے۔ ادنیٰ و اعلیٰ۔ سب ہی سیر و تفریح مین مصروف
ہین۔ جنھین بازار آنے کی ضرورت ہے وہ تو آتے ہی اس وقت وہ لوگ بھی گھرون
سے نکل پڑے ہین جنھین باہر کی ہوا کھانے کا شوق یا نظر بازی کا چسکہ ہے۔ کیونکہ
ہوا کے جھونکون مین لطافت پیدا ہو گئی ہے۔ اور شاہدان بازار بناؤ سنگھار کرکے
چھجون پر آبیٹھی ہین۔ جن کے دم سے ہر طرح کے لین دین کے ساتھ حسن فروشی کا
بازار بھی گرم ہے۔ اور آنکھون آنکھون مین سودا ہو جاتا ہے۔ مال و دولت
صرف کرکے عشق کا سودا خریدنے والون کی کثرت تو ہی ہے بہت سے ایسے ہین
جو نقد جان بیچ کے حُسن کی خریداری کرتے ہین۔ اور اُنھین کے ہجوم میں ملے
ہوئے چند ایسے بیوقوف زیان کار بھی ہین جو کسی نگاہ تغافل شعار کو یہین دل
دے بیٹھے ہین۔

خیر یہ تو روز کی باتین ہین۔ اور جب دیکھیے بازار مین یہی سمان نظر آیا کرتا ہے لیکن
آج کل اس شہر پر کچھ ایسی بلا نازل ہے کہ بازاری حسن درکنار گھرون اور اونچے
اونچے محلون کا حُسن بھی بے واسون لٹ جاتا ہے۔ اور کچھ کسی کے بنائے نہین بنتی۔
شریفون اور امیرون کے ہوش پران ہین۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب گھبرائے ہوئے ہین
اس گھبراہٹ اور پریشانی مین ولیہی دلیری کا جوش پھیکا پڑ گیا ہے اور سارا بازار
سنسان سی کے اس شہر کا آئینہ نظر آتا ہے کہ۔

چنان قحط سالی شد اندر دمشق — کہ یاران فراموش کردند عشق

یس بار جرائم پیشہ اگرچہ ہر جگہ اور ہر زمانے مین کسی نہ کسی عنوان سے قوانین تمدن کے توڑنے ہی کی کوشش ضرور کرتے ہین۔ چوریان ہوتی ہین۔ بداخلاقیون کے مختلف واقعات پیش آجاتے ہین۔ لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔ قتل وخون ہوتا ہے سب ہی کچھ ہوتا ہے مگر جس قسم کے جرائم کا ایک خوفناک سلسلہ فی الحال ہلال نگر مین قائم ہو گیا ہے اس سے پیشتر کہین نہین سنا گیا تھا۔

مردون کی شہوت پرستی نے عورتون کی عصمت وحرمت پر اکثر حملہ کیا ہے۔

تاریخ عالم ایسے حیرت انگیز واقعات سے بھری پڑی ہے۔

رومیون نے سابی نس قوم کی عورتون کو دعوت مین بلا کے اور کھلا پلا کے یکایک اُن کے ساتھ دغا بازی کی تھی اور اُن کی تمام کنواری لڑکیان پکڑ کے اپنے گھرون مین بند کر لی تھین۔ اسی طرح بابل واسیریا والے جب کسی قوم کو اسیر کرتے تو اُنکی عورتون کو پکڑ کے اپنی لونڈیان بنا لیتے۔ تاریخ عرب مین عرب کی پرانی قوم طسم کا واقعہ مشہور ہے کہ اُس نے قوم جدیس کو مقہور ومغلوب کر کے یہ قانون جاری کر دیا تھا کہ جدیس کی جب کوئی لڑکی بیاہی جائے تو پہلی رات کو زفاف کے لیے حاکم طسم کے محل مین بھیج دی جایا کرے۔ انھین واقعات پر منحصر نہین۔ دنیا مین ترقی تہذیب کے پہلے اس قسم کے صدہا واقعات پیش آچکے ہین۔ مگر شریف بی بیون کی عصمتون پر جس قسم کے شرمناک حملے ان دنون شہر ہلال نگر مین ہو رہے ہین اس سے پیشتر مہذب دنیا تو کیا معنی اگلی غیر مہذب وغیر متمدن دنیا مین بھی کبھی نہین سنے گئے تھے۔

اس کا آغاز تو یون ہوا کہ بعض شریف وحسین لڑکیان اپنے کسی عزیز کے گھر یا سسرال جاتی ہوئی ڈولیون اور پینسون ہی مین سے غائب ہو گئین۔ شہر مین شکایت کا ہنگامہ بلند ہوا۔ حکام کی مستعدی وتوجہ سے پولیس سرگرم تفتیش ہوا تو جرائم کی نوعیت اور زیادہ سنگین ہو گئی جس سے شہر والون کی پریشانی اور بڑھی۔ کیونکہ برأتون مین جاتے ہوئے اکثر دلھنین اور اُن کی ساتھ والیان پالکیون اور پینسون ہی مین سے غائب ہو جاتی ہین۔ اور کچھ پتہ نہین چلتا کہ کیا ہوئین۔ زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ اب اگر انتظام کیا جاتا ہے۔ دلھنون کی پینس کے ساتھ زبردست پہرے اور پولیس کے

جوان بھیجے جاتے ہین اور حفاظت کا پورا اہتمام کیا جاتا۔ مگر مجال کیا کہ دُلھن صحیح سالم دولھا کے گھر پہونچ جائے۔ راستہ مین کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور پیش آتا ہے کہ بھیڑ بھاڑ مین لوگ پھنسے اور دُلھن کی پنس غائب۔ جن لوگون نے حفاظت کا زیادہ اہتمام کیا اُن کے ساتھ یہ تمسخر کیا گیا کہ دُلھن کی سواری بخیریت سے دولھا کے گھر پہونچ گئی مگر جب عورتین دُلھن کے اُتارنے کو آئین تو دیکھا کہ بنو بی بی مع اپنی ساتھ والیون کے غائب ہین۔ اور اُن کی جگہ کوئی بازاری عورت یا ذلیل مزدورنی اور فقیرنی آنکھون پر پٹی باندھ کے فنس مین بٹھادی گئی ہے۔ جس کو مار و پیٹو لاکھ تکلیفین دو نہین بتا سکتی کہ کیونکر پنس مین آئی۔ اور اصلی سواریان کیا ہوئین۔

اِن واقعات نے سارے شہر کو لرزا دیا ہے۔ بڑے بڑے ہوشیار اور سن رسیدہ لوگ سناٹے مین ہین۔ اور کسی کی سمجھ مین نہین آتا کہ کیا معاملہ ہے؟ اور یہ کن لوگون کی شرارت ہے۔ جب کئی ہفتے گزر گئے اور کسی طرح سراغ نہ لگا تو عوام کی ضعیف الاعتقادی رنگ لائین۔ اور طرح طرح کے اوہام اور خیالات پریشان پیدا ہونے لگے۔ کوئی کہتا ہے یہ جنون اور روحون کا کام ہے۔ اس قسم کی روحین اکثر عورتون کے سرون پر آیا ہی کرتی تھین اب موقع پا کے اُنھون نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ خوبصورت عورتون کو پنسیون اور ڈولیون مین سے نکال لے جاتی ہین۔ بعض پُرانے مذاق کے خوش عقیدہ حضرات فرماتے ہین یہ انسان کا کام نہین۔ پریان لڑکیون کو کوہ قاف مین اُڑا لیجاتی ہین۔ لامذہبی اور بدعقیدگی نے نہ کوئی ولی کامل باقی رکھا ہے اور نہ کوئی زبردست عامل جو ان ہوائی اور آتشی مخلوقون کی روک تھام کرے۔ میدان خالی پا کے اُن کی بن پڑی ہے اور جس لڑکی کو چاہتی ہین اُٹھا لے جاتی ہین۔

عوام کی پریشانی نے حالات کو بڑھا بڑھا کے مشہور کرنا شروع کیا۔ اور اگر شہر بھر مین اس قسم کے دس بارہ واقعات پیش آئے تھے تو سو دو سو بلکہ ہزار دو ہزار کی شہرت ہوئی۔ اور ساری خلقت بدحواس ہو رہی ہے جس کا اثر اس وقت ہر شخص کے چہرے سے نمایان ہے۔ بے اطمینانی نے اعتبار اُٹھا دیا ہے اور ہر شخص دوسرے کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ پولیس والے جس کسی کی وضع یا نظر مین تغیر پاتے ہین اُس پر شبہ کرتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کے بیسیون آدمیون کا روز چالان ہوتا ہے جو تحقیق کی

بناہ ثابت ہو کے چھوڑ دیے جاتے ہین - اور نہین کھلتا کہ کیا آفت ہے - بہر تقدیر اس بازار مین جو حلال نگر کا سب سے زیادہ بارونق بازار ہے سارے آنے جانے والے اور تمام راہرو آزادی کی اسیرن اور نظربازیون کے عوض فکر مین ڈوبے نظر آتے ہین - جس کا چہرہ دیکھیے خوف کے آثار نمایان ہین - اور شاہدان بازاری تک کے چہرے اُترے ہوئے ہین - پولیس کے جوان ہر طرف پھیلے ہوئے ہین - اور ہر گزرنے والے کو مشتبہ نگاہون سے دیکھتے ہین -

اس حالت مین ایک نہایت زرق برق ربڑ ٹائر لینڈو نظر آئی جس پر ایک نہایت ہی نوعمر اور نوخیز رئیس زادہ سوار ہے - عمر اٹھارہ اور بیس برس کے درمیان ہو گی - کم عمری کے نازک اور خوبصورت گندم گون چہرے مین مردانہ تمکنت و وقار نے ایک ایسی شان اور آن بان پیدا کر دی ہے کہ جس کسی کی نظر پڑ جاتی ہے اُسی کے دلفریب چہرے کو دیکھتا رہ جاتا ہے - اور جب تک سامنا رہے نظر نہین ہٹاتا - اُس کے برابر بائین طرف ایک پچاس ساٹھ برس کا سن رسیدہ شخص بیٹھا ہوا ہے جس کی لمبی ڈاڑھی بھاری عمامہ اور ثقاہت کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی علم اور محترم شخص ہے - بازار کی بھیڑ بھاڑ اور خلقت کی ہجوم کی وجہ سے گاڑی آہستہ آہستہ آ رہی ہے - اور دونون آپس مین باتین کرتے جاتے ہین - نوعمر رئیس زادہ نے ایک پولیس والے کی صورت کو غور سے دیکھ کے اپنے ساتھی سے کہا "مولانا دیکھیے گا یہ کیسے پریشان نظر آتے ہین؟"

مولانا "یہ نہ پریشان ہون گے تو کون پریشان ہوگا؟ مگر لوگ کہتے ہین پولیس ہی سے ملی ہوئی ہے - ورنہ ایسی بیباکی کے ساتھ کسی کو اس قسم کے جرمون کی جرأت نہین ہو سکتی"

رئیس زادہ "لوگ پولیس کو خواہ مخواہ بھی بدنام کرنے لگتے ہین - مین نہ مانونگا کہ ان جرمون مین پولیس والے شریک ہین - یہ کسی ایک شخص کا کام نہین معلوم ہوتا اس مین بہت سے لوگ شریک ہین - اور کوئی گہری سازش ہے"

مولانا "اگر سازش ہے تو پھر پولیس والون کو ضرور معلوم ہوگی - آج کل تنہا کوئی ایسے کام کر ہی نہین سکتے جن مین چار پانچ آدمی شریک ہون - مگر پتہ لگا -

رہین کیا؟ اب یہ بتاؤ کہ دعوت کب ہو گی؟"

رئیس زادہ۔ "آپ کی دعوت روز ہی ہے۔ اسی وقت چلیے کھلادون"

مولانا۔ "یہ نہین۔ دعوت ولیمہ۔ آخر شادی ہونے والی ہے یا نہین؟ خدا نے تمھین یہان کا رئیس اعظم بنایا ہے۔ اور سب مانتے ہین کہ حلال نگر مین نواب محمد منیر سے بڑا کوئی خاندانی امیر نہین۔ پھر تمھاری شادی مین دعوت نہ کھائین گے تو کب کھائین گے؟"

محمد منیر۔ (کیونکہ یہی اس نو عمر رئیس زادہ کا نام ہے) "جی ہان ابا جان تو چاہتے ہین کہ اسی مہینہ مین شادی ہو جائے مگر شہر مین جو واقعات پیش آرہے ہین اُن کے خیال سے میرا ارادہ ہے کہ ابھی ملتوی کرا دون"

مولانا۔ "ملتوی! شادی اور ملتوی! ایسی بیہودہ باتون سے شادیان ملتوی ہو جایا کرین تو پھر کیا بات رہی! تمھین اپنی دُلھن کی نسبت اندیشہ ہے! دلہن کے بھلا کسی کی مجال پڑی ہے کہ تمھاری شادی مین ایسی جرأت کر سکے۔ استغفراللہ! مین دعوے کے ساتھ کہتا ہون کہ اگر تمھاری شادی مین کوئی اس قسم کا ارادہ کرے تو میرا نام سعد اللہ نہین"

محمد منیر۔ "آپ کے پاس روک کی کون سی تدبیر ہے؟"

سعد اللہ۔ "تم لوگ تو انگریزی پڑھ پڑھ کے خدا جانے کیا ہو گئے ہو۔ اگر میری صحبت مین آتے جاتے تو تمھین تجربہ ہوتا کہ میرے عمل اور تعویذ کیسے تیر بہدف ہوتے ہین۔ ایک تعویذ دُلھن کی پینس مین باندھ دیا جائے اور میری پڑھی مٹی اُس راستہ مین ڈال دی جائے جس پر سے ہو کے برات جانے گی۔ دیکھون تو سہی کہ کوئی کیسے پینس کو ہاتھ لگا دیتا ہے"

محمد منیر۔ (مسکرا کے) "تو پھر آپ کو شہر کی تباہی پر ترس نہین آتا؟ آپ عمل پڑھے ہی بیٹھے ہیں، شہر کی تمام سڑکون پر اپنی مٹی ڈلوا دیجیے۔ اس سے زیادہ مسلمانون اور عام خلق خدا کی خدمت کیا ہو سکتی ہے؟"

مولوی سعد اللہ۔ "پھر وہی ضعیف الاعتقادی اور بے دینی کی باتین! ارے صاحب کوئی میرے پاس آئے بھی تو۔ اور یون مجھے کیا پڑی ہے کہ"

ایک سوال کرون؟"

محمد منیر "یہ تو ثواب کا کام ہے"

مولوی سعد اللہ "جی مین نے ثواب کے لیے یہ علم نہین حاصل کیا ہے کسی کی شادی ہونے والی ہو اُسے میرے پاس لے آؤ۔ مین اُسے تعویذ اور مٹی دون اور جیسا بتاؤن ویسا وہ کرے۔ پھر اس کے بعد اُس کی دُلھن پر آنچ آجائے تو مین گنہگار۔ واللہ ہاتھ کٹوا ڈالون"

محمد منیر "ممکن ہے کہ اتفاق سے اُس شخص کو آزار نہ پہونچے۔ اب کیا یہ تھوڑے ہی ہے کہ شہر مین کوئی شادی ہوتی ہی نہ ہو۔ یا جتنی براتین نکلتی ہین سب ہی مین یہ واقعہ پیش آتا ہے؟ بہت سی دُلھنین خیریت سے سسرال پہونچ بھی جاتی ہین"

مولوی سعد اللہ "آپ لوگ بس انکار ہی سے مطلب رکھتے ہین۔ اور اسی انکار کی وجہ سے یہ ساری خرابیان پیدا ہوتی ہین۔ پولیس والے دنیا بھر مین مارے مارے پھرتے اور سیکڑون طرح کی کاٹ پھانس کرتے ہین مگر یہ نہین ہوتا کہ ہمارے پاس آئین۔ ابھی دم بھر مین پتہ نہ لگا دین تو عمل کرنا چھوڑ دین۔ مگر بات کیا ہے؟ لوگ ہم سے بھاگتے ہین اس لیے ہم بھی اُن سے بھاگتے ہین ابھی جب تمھین ہم سے مطلب ہی نہین تو پھر ہم تم سے کیون مطلب رکھنے لگے تھے؟"

محمد منیر "مگر یہ تو آپ کا دینی اور دنیوی فرض ہے کہ جہان تک امکان مین ہو خدا کی مخلوق کو مصیبت سے بچایئے"

مولوی سعد اللہ "یہ لوگ ٹاپتے ہی رہ گئے اور مجھے سارا راز معلوم ہوگیا"

محمد منیر "تو خدا کے لیے جلدی بتایئے کہ اُس کے دفعیہ کا تدارک کیا جائے"

مولوی سعد اللہ "بے کچھ لیے دیے یونہین بتا دون؟ خیر تم بھی کیا یاد کرو گے لو سنو نالے پار ایک برہمن کی لڑکی پر سایہ تھا۔ بڑے بڑے مُلّا اور سیانے گئے کسی کا زور نہ چلا۔ کسی نے میرا نام لے دیا۔ چنانچہ اسی ضرورت سے مین کل حرام پورے سے بلوایا گیا۔ مین نے آکے اُس کی حالت دیکھی۔ اور فلیتا لکھ کے جلایا۔ بس جیسے ہی اُس کی دھونی دیتا ہون لگی بلبلا بلبلا کے دوہائیان دینے۔ مین نے کہا بتا کون ہے۔ بولی مین نو بہار پری ہون۔ مین نے کہا اس لڑکی کو کیون ستاتی ہے؟

بولی یہاں مین کسی زبردست عامل کی تلاش مین آئی تھی آج تک کوئی نہ ملا تھا مگر آج ایک آپ ملے ہین۔ مین نے کہا عامل سے تجھے کیا کام ہے؟ بولی میرا عاشق ہونن کا شاہزادہ عباس آوارہ ہوگیا ہے اور روز کسی نہ کسی نئی دُلھن کو پکڑ لاتا ہے۔ اُس کی آوارگیون سے جب مین عاجز آئی تو کسی ایسے زبردست عامل کی تلاش مین نکلی جو اُسے ان آوارگیون سے روک سکے۔ اور مجھے چھوڑ کے کہین نہ جائے۔ جس وقت آپ میرا اتنا کام کردین گے وعدہ کرتی ہون کہ پھر کبھی اُس لڑکی کو نہ ستاؤن گی۔ مین نے اُس کی خواہش کے موافق ایک تدبیر کی ہے۔ تدبیر کیا دل لگی ہے۔ جس سے امید ہے کہ کل تک مجھ سے شاہزادہ عباس سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔"

محمد منیر "خوب اگر وہ تدبیر بھی تو بتایئے۔"

مولوی سعد اللہ "تم کو اعتبار نہین۔ دل مین میری باتون پر ہنس رہے ہو۔ خیر ہنسو۔ مگر مین وہ تدبیر جب ہی بتاؤن گا جب تم اقرار کرلوگے کہ اپنی شادی ملتوی نہ کروگے۔"

محمد منیر "جب آپ وہ تدبیر بتائین گے تو مین وعدہ بھی کرلون گا۔ پہلے مجھے آپ کی باتون کا اعتبار بھی تو ہولے۔"

مولوی سعد اللہ "کل تک تم تو کیا ہو سارے شہر کو اعتبار آجائے گا۔ شہزادی زنڈی کو جانتے ہو؟"

محمد منیر "نام سُنا ہے۔ اور وایک دفعہ محفلون مین دیکھا بھی ہے۔ لیکن آپ کو اُس سے کیا غرض؟"

مولوی سعد اللہ "ایک دن مین اُس کے وہان بچھو کا زہر اُتارنے کو گیا تھا۔ اچھے ہونے کے بعد اُس نے ایک خاص بات کا تعویذ مانگا۔ جس کی ضرورت سے مین اُس کی کنگھی مانگ لایا تھا۔ وہ اتفاقاً میری جیب مین پڑی تھی۔ اُسی کنگھی پر تسخیر کی ایک دعا دم کرکے مین نے نوبہار پری کو دی اور کہا اسے اپنے عاشق شاہزادہ عباس کے تکیہ مین رکھ دینا۔ کنگھی لے کے نوبہار پری نے وعدہ کیا کہ پھر کبھی اِس لڑکی کو نہ ستاؤن گی اور کنگھی لے کے چلی گئی۔ اب تم کل پرسون مین دلگی دیکھنا کہ بی شہزادی کیسا ٹھمکی کا ناچتی ہین۔ اور جنون کا شاہزادہ اُن کے سر پر کس مزے سے کھیلتا ہے۔"

ایک سعد منیر ''تو اب جناب بی شہزادی کے وہان پہونچین گے؟''

مولوی سعد اللہ ''بلائین گی تو جاؤن گا۔ بے بُلائے تو بندہ خدا کے وہان بھی نہین جاتا۔''

محمد منیر ''اور جنون کے شاہزادے پر زور چلا تو آپ اُس سے یہ بدمعاشیان چھڑا دینگے؟''

مولوی سعد اللہ ''زور نہ چلنا کیا معنی۔ کہو اُسے شیشہ مین بند کرکے ایسی جگہ دفن کر دون کہ قیامت تک خاک ہی مین دبا پڑا رہے۔ اور کہو تو جلا کے خاک کر دون۔ مگر کوئی کچھ دینے والا بھی تو ہو۔''

محمد منیر ''آپ کو اپنے لینے ہی کی فکر ہے اور اس کا خیال نہین کہ سارا شہر تباہ ہوا جاتا ہے؟''

مولوی سعد اللہ ''ہوا کرے۔ میری بلا سے۔ خیر ہو گا۔ لیکن اگر تمھین شہزادی کا تماشا دیکھنا ہو تو کہو وہان جاتے وقت تمھین بھی بُلا لون۔''

محمد منیر ''ضرور بُلا لیجیے گا۔ اور جیسا آپ کہتے ہین اگر ویسا ہی ہوا اور شہزادی کے سر پر جنون کا شاہزادہ آ گیا تو مین آپ کے کمال کا قائل ہو جاؤن گا۔''

مولوی سعد اللہ ''قائل تو تم لوگ بھلا کیا ہو گے۔ فرشتہ سامنے آ کے کھڑا ہو جائے تب بھی نہ مانو۔ مگر ہان یہ کہو کہ پھر انکار کرتے نہ بنے گی۔ اچھا انشاء اللہ دکھا دون گا۔ اب مجھے یہین اُتار دو یہان مجھے اپنے ایک مرید سے ملنا ہے۔ مگر تم نے ابھی تک جواب نہین دیا کہ حرام پور کے نواب صاحب کے پاس کب آؤ گے؟''

محمد منیر ''اس ہفتہ مین مجھے بہت سے ضروری کام ہین آیندہ ہفتہ مین کسی دن حاضر ہو جاؤنگا۔ آپ کب واپس جائین گے؟''

مولوی سعد اللہ ''مین آج ہی رات کو چلا جاؤن گا۔ اب تک جا چکا ہوتا صرف تمھاری وجہ سے ٹھہر گیا۔ چلتے وقت اتفاقاً حضور نواب صاحب سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اُنھون نے تاکید سے کہا کہ تم سے مل کے اُن کا پیام پہونچا دون۔ اور ہو سکے تو تم کو اپنے ساتھ لیتا چلون۔ اور میرا خود بھی معمول ہے کہ تمھاری چاہ ہے جو حالت ہو مین جب یہان آتا ہون تم سے ملے بغیر واپس نہین جاتا۔ اپنے تمام شاگردون مین مجھے جتنی محبت تم سے ہے کسی سے نہین۔''

منیر ''اور ویسا ہی ادب مین آپ کا کرتا ہون۔''

مولوی سعد اللہ ''عالمگیر کے ایسے سوکھے ادب سے دنیا کا کام نہین چلتا۔ اُس کی طرح

تم نے بھی اُستاد کی جوتیاں سیدھی کرکے رکھ دین تو اُس کمبخت کو کیا مل گیا؟ مجھے تو تعجب ہے کہ تمھین میرا مطلق خیال نہین - اب نواب صاحب کا پیام لایا تھا تمھین چاہیے تھا کہ میرے ساتھ چلے چلتے - اُن کو بھی معلوم ہوتا کہ تم میرا خیال کرتے ہو۔ مگر تم کو ایسی باتون کا لحاظ کیون آنے لگا تھا؟

محمد منیر: "مولانا - مجھے ان دونون یہان رہنے کی سخت ضرورت ہے - ورنہ ضرور چلا چلتا - لیکن آپ کو شہزادی کے لیے کل ہی پرسون پھر آنا ہوگا ٹھہر کیون نہ جائیے - غریب خانہ پر آپ کو کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی - چھ سات روز بعد ہم آپ ایک ساتھ چلین گے"

مولوی سعد اللہ: "مین ٹھہر نہین سکتا - ضرورت ہوگی تو پھر چلا آؤن گا"

محمد منیر: "مین تو کہتا ہون آپ یہین حلال نگر مین رہا کیجیے - حرام پور مین کیا رکھا ہے جو آپ کو بغیر وہان کے چین نہین پڑتا - آپ کے ایسے دیندار بزرگ کو ایسے شرمناک مقام مین جس کا نام بھی حرام پور ہو رہتے حجاب نہین آتا؟"

مولوی سعد اللہ: "حجاب کس بات کا؟ اس شہر کا اچھا خاصہ نام احمد آباد تھا لوگون نے حرام پور کہہ کے اُسے حرام پور کر ڈالا - اور یہ نام اس قدر مشہور ہوا کہ اب خود شہر والے بھی حرام پور کہتے ہین -

محمد منیر: "لیکن آخر اس کا کچھ سبب بھی ہے - ایسے اچھے نام کو چھوڑ کے لوگون نے حرام پور نام کیون رکھ دیا؟"

مولوی سعد اللہ: "شرارت بدمعاشی اور کیا سبب بتاؤن؟"

محمد منیر: "مولانا شرارت ہو یا بدمعاشی مگر کوئی بات بے وجہ نہین ہو سکتی"

مولوی سعد اللہ - (خجالت سے) "اس کا سبب مین نہین جانتا تم ہی کو معلوم ہوگا"

محمد منیر: "مین نے تو سُنا ہے کہ حرام کاری اور زنا کی کثرت سے یہ نام مشہور ہو گیا"

مولوی سعد اللہ - (چڑھ کے) "دنیا مین کون سا شہر ہے جہان زنا نہین ہوتا - آپ کے یہان حلال نگر مین یہ جو سیکڑون ٹھیائین بیٹھی ہوئی ہین یہ سب ثواب کما رہی ہین؟"

محمد منیر: "ایسا زنا تو سب ہی جگہ ہوا کرتا ہے مگر حرام پور نے اس بارہ خاص مین خاص ناموری پیدا کی ہے - اول تو نواب صاحب کے گھرانے مین جس کی ابتدا ہوئی

ایک مجہول الحال پھوپھی بڑی تھی ہمیشہ یہ ہوتا آیا کہ محل مین محرمات ابدیہ کا کوئی امتیاز نہ تھا خسر سے بہوؤن کو اور داماد ساسون کو ہمیشہ حلال سمجھتے رہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نواب صاحب کی حرم سرا اور بازاری چکلون مین کوئی فرق نہین باقی رہا خصوصاً آپ کے موجودہ نواب صاحب نے تو کمال کر دیا۔ صورت دیکھیے تو ہیجڑون اور زنانون کی سی۔ لیکن حرکتین دیکھیے تو رنڈیون کے گھرانون کی۔ بلکہ اُن مین بھی مان بیٹیون کا امتیاز ہوتا ہی اور یہان نہین۔ ابتداءً حرام کاری نواب صاحبون کے محل تک محدود رہتی تھی اب خدا اختیار رکھے موجودہ نواب صاحب نے اپنی برکت سارے شہر مین پھیلا دی ہے۔ معزز عہدہ دارون کے گھرون مین نواب صاحب بے تکلف گھس پڑتے ہین۔ اور کسی کی آبرو کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہین۔ بڑھیان اور کٹنیان مقرر کی گئی ہین جو شہر کے ایک ایک گھر مین جاتی اور نواب صاحب کو بتاتی ہین کہ اس شخص کی جورو۔ اُس کی بیٹی۔ اُس کی بہن۔ اور اُس کی بہو خوبصورت ہے۔ پھر پوشیدہ بھی نہین نہایت بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ اُن غریب پاکدامن حسینون کے نکلوانے اور گھرون سے غائب کرنے کی تدبیرین کی جاتی ہین۔ لڑکیون کے مدرسے کھلوائے جاتے ہین۔ جن سے مقصد تعلیم نسوان نہین بلکہ گویا نواب صاحب کے لیے چوزے تیار کیے جاتے ہین کہ فلان روز نواب صاحب اُس چوزے کو تناول فرمائین گے اور اُس دن اُس چوزے کو غرض شہر اس قابل نہین رہا ہے کہ کوئی شریف اپنی بہو بیٹیون کو وہان رکھے۔ اور باہر کے شرفا جو نوکری یا کسی اور غرض سے وہان پہنچتے بھی ہین تو اس خوف سے اپنے اہل و عیال کو وہان نہین بلاتے۔ ابھی تک نواب صاحب کا محل ہی چکلہ بنا ہوا تھا۔ اب اُن کی مہربانی سے سارا شہر چکلہ اور صحیح معنون مین حرام پور بنا جاتا ہے۔"

مولوی مسعود الشفر "یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟ وہان سیکڑون شریف اور معزز آدمی رہتے ہین اُن سب کی عورتین تمھارے نزدیک آوارہ اور حرام کار ہین؟"

مجیب نصیر "مین وہان کے تمام باشندون کی نسبت تو کچھ نہین کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہون کہ اگر نواب صاحب چند روز اور زندہ رہے اور حرام زادے کی رسی دراز ہوئی تو شہر بھر مین کوئی عورت پاکدامن نہ باقی رہے گی۔"

مولوی سعد اللہ ۔" تم کو تو ایسا نہ کہنا چاہیے ہمارے نواب صاحب بڑے ہون یا بھلے تم پر تو نہایت مہربان ہین۔"

محمد منیر ۔" جی مجھے معاف رکھیں۔ معاف کرو بی بلی بندہ لنڈورا ہی جیے گا۔ مین واللہ اُن کی مہربانی سے ڈرتا ہون۔ اور جہان تک نبتا ہے دور ہی دور رہتا ہون۔"

مولوی سعد اللہ ۔" میرے نزدیک تو تمھین ہمارے نواب صاحب کی طرف سے بدظن نہ رہنا چاہیے۔ آیندہ تم جانو تمھارا کام جانے۔ مگر مین تمھاری باتون مین بہت آگے بڑھ آیا۔" کوچمین سے "بھئی گاڑی روکو مین اُتر ون گا۔" کوچمین نے اپنے آقا کی بھی پھنی پا کے گاڑی روکی اور مولوی سعد اللہ نوجوان محمد منیر سے رخصت ہو کے ایک گلی مین چلے گئے۔

تیسرا باب

بدمزاج مان

اب اندھیرا ہو چکا ہے۔ مغرب کا وقت آخر ہونے لگا۔ شاہدان بازار سر راہ کوٹھون سے اُٹھ اُٹھ کے کمرون کے اندر جانے لگین۔ اور قصر فلک کے جھروکون سے بعض شاہدان فلک نے مستانہ خمار آلود آنکھین کھول کے جھانکنا شروع کیا۔ دکانون مین چراغ روشن ہوئے۔ اکثر سیلانی جو فقط نظربازی کے گنہگار ہونے کو آئے تھے گھرون کو پلٹے۔ اور ہمارے خوبرو نوجوان رئیس زادے محمد منیر کی لینڈو بڑی سڑک کو چھوڑ کے ایک تنگ راستہ کی طرف مڑی۔ جس مین کوچمین گھوڑون کو روک روک کے لیے جاتا ہے۔ اور گاڑی بہت ہی آہستہ آہستہ جا رہی ہے۔ ناگہان ایک عورت جو سر سے پاؤن تک چادر مین لپٹی ہوئی تھی چپکے سے گاڑی کے پائدان پر پاؤن رکھ کے کھڑی ہو گئی۔ اور بولی "آداب۔"

محمد منیر ۔ (چونک کے) "کون ہے؟"

جواب ۔" آپ کی لونڈی حشمت۔ حضور ہی کے وہان سے آ رہی ہون۔ وہان حضور جب نہ ملے اور رات ہو گئی تو واپس چلی تھی کہ پھر حاضر ہون گی۔ مگر اچھا ہوا راستہ مین مل گئے۔ اور تنہا تھے کہ مجھے آداب بجا لانے کی جرأت بھی ہوئی

محمد منیر ۔ (گاڑی رکوا کے) "خوب ملین ۔ مین تو کئی دن سے تمھارا منتظر تھا ۔ تم نے میرا وہ پیام بھی پہونچا دیا تھا کہ آج کل کہین آئین جائین نہین ؟"

حشمت "مین نے اُسی روز کہہ دیا ۔ اور وہ بھی آپ کے حکم کا اتنا خیال رکھتی ہین کہ چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے کیا مجال جو گھر سے باہر قدم نکالین"

محمد منیر "اُنھین ایسا ہی چاہیے ۔ آج کل شہر کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے ۔ کسی شریف گھر کی عورتون کو اپنے کسی عزیز سے بھی ملنے کو نہ جانا چاہیے"

حشمت "مگر حضور آپ کے اس حکم کی وجہ سے بڑا غضب ہو گیا ۔ وزیرن کہ حضور کی امان جان نے بھیجا تھا کہ صاحبزادی کو سوار کرا لائین ۔ کوئی دو گھڑی دن ہو گا کہ وہ آئی اور گھنٹہ بھر تک اڑی رہی کہ میرے ساتھ ہی چلیے ۔ آپ کی خالہ جان بھی اُنکی باتون مین آ کے کہتی رہین کہ دو گھڑی کو چلی جاؤ ۔ مگر صاحبزادی پر کچھ ایسی دُھن سوار تھی کہ ایک نہ سُنی ۔ اور نہ آنا تھا نہ آئین"

محمد منیر "بہت اچھا کیا"

حشمت "مگر حضور وہ تو ایسی بگڑین کہ وزیرن کو بہت ہی آڑے ہاتھون لیا ۔ اور کہہ دیا کہ پھر خبردار میرے گھر مین قدم نہ رکھنا"

محمد منیر "یہ اُس سے زیادہ عقلمندی کی ۔ بڑے شکر کا مقام ہے کہ اُن مین اخلاقی جرأت ہے ۔ وزیرن نہایت ہی مشتبہ عورت ہے ۔ خدا جانے کہان کہان جاتی اور کن کن لوگون سے ملتی ہے ۔ اُس کے ساتھ تو ہرگز نہ آنا چاہیے تھا"

حشمت "یہی تو صاحبزادی نے کہا کہ خالہ جان کو بُلانا تھا تو اپنے گھر کی کسی ماما یا کہاری کو بھیجتین ۔ لیکن خیر ۔ یہ اُنھون نے اچھا یا بُرا جیسا چاہا کیا ۔ غضب تو یہ ہوا کہ وزیرن نے یہان آ کے حضور کی امان جان سے نہ جانے کیا کچھ لگا دیا کہ بہت ہی خفا ہین ۔ اور بگڑی بیٹھی ہین ۔ مین نے صاحبزادی کی طرف سے عرض بھی کیا کہ ایک ضروری کام کی وجہ سے نہین حاضر ہو سکین کل یا پرسون جب اپنی ماما کو بھیج کر بلوا لیجیے گا حاضر ہو جائین گی ۔ مگر بیگم صاحب ایسی بھری بیٹھی تھین کہ میری برس پڑین ۔ اور بولین وہ مجھے خطرے ہی مین نہین لاتی ہین ۔ جتنا گھر سے باہر بیٹھی"

محمد منیر "امان جان بعض وقت بڑی ناسمجھی کا کام کر جاتی ہین آج ہی صبح کو ایک

خبر کہ آج کل شہر میں کیا اُودھم مچا ہوا ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ ایسے نازک وقت میں ایسی مکار اور اجنبی عورت کو منہ لگاتی ہیں۔ اور پھر اُس پر یہ قیامت کہ اُسے اُن کے لانے کو بھیجا۔ خیر میں انھیں سمجھا دوں گا۔"

حشمت: "اسی خیال سے بی بی نے آپ کو پیام دیا ہے کہ آپ کو کچھ ہی پر حکومت کر آتی ہے۔ آپ ہی اماں جان کو نہیں سمجھاتے ہیں؟"

محمد منیر: (ہنس کے) "میں اُن پر حکومت نہیں کرتا۔ اور نہ انشاء اللہ میرے اُن کے تعلقات حاکمی محکومی کے رہیں گے۔ لیکن ہاں جس بات میں مناسب معلوم ہوتا ہے مشورہ دے دیا کرتا ہوں۔"

حشمت: "اور حضور کے مشورے کو وہ حکم ہی جانتی ہیں۔ اور کسی کی بات نہیں مانتیں۔ بعض وقت آپ کی خالہ جان ناراض ہو جاتی ہیں اور اُنکا کہنا بھی نہیں مانتیں۔ گھر میں ضدن مشہور ہو گئی ہیں۔ لیکن آپ جو کہہ دیں وہ پتھر کی لکیر ہے۔"

محمد منیر: "یہ میری خوش نصیبی ہے۔ اور امید ہے کہ اُن کے ساتھ میری زندگی بہت اچھی بسر ہو گی۔"

حشمت: "لیکن آپ کی اماں جان جو خفا ہو گئی ہیں اس کو کیا کیا جا سکتا ہے؟"

محمد منیر: "کوئی اندیشہ کی بات نہیں میں اُن کو سمجھا دوں گا۔ اور منع کر دوں گا کہ وزیرن گھر میں نہ آنے پائے۔ تمھاری صاحبزادی نے جسے اپنے گھر سے نکال دیا بھلا وہ میرے گھر میں آ سکتی ہے؟"

حشمت: "بی بی نے اتنا اور کہا ہے کہ کل دوپہر کو جب بڑی بیگم صاحبہ آرام فرماتی ہوں آپ ایک گھڑی کے لیے گھر سے آ کے اُن سے مل جائیے۔ اُنھیں کوئی بہت ضروری بات کہنی ہے۔"

محمد منیر: "یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ شادی کا زمانہ قریب ہے۔ اگرچہ اور ... اخلاقی وجہ سے میں مقدور کی انکی ملتوی کرانا چاہتا ہوں۔ خالہ جان کو میرے جواب ملنے کی خبر ہو گی تو برا مانیں گی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اُن کے کان تک ... جب نہ ملے ازبسکہ میں بھائی اختر حسین کے گھر سے میں آ کے ٹھہر ... راستہ میں مل گئے ... بھائی صاحب تو کالج گئے ہوں گے

وہ پیچھے سے آکے مجھ سے مل جائیں۔"

عصمت :- "اچھا تو میں اُن سے کہہ دوں گی۔ مگر حضور اتنا کیجئے گا کہ آپ کے آنے کی کسی کو خبر نہ ہو جائے۔ اور وہاں اپنی اماں جان کو ضرور سمجھا دیجئے گا۔ اُن کا خفا رہنا اچھا نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہہ دیجئے گا کہ اب کی جو صاحبزادی کو بلوائیں تو کسی اپنی ماما کو بھیجیں وزیرن کو نہ بھیجیں۔"

محمد منیر :- "میں اُن کو آج ہی سمجھا دوں گا۔ اور وزیرن تو اب گھر میں آنے ہی نہ پائے گی۔ میں اسی وقت جا کے ڈیوڑھی پر حکم دے دوں گا کہ ڈیوڑھی میں قدم نہ رکھنے پائے۔"

عصمت :- "ہاں حضور راستے میں دیکھ لیجئے گا۔ لے اب میں جاتی ہوں۔ وہ بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

یہ کہتے ہی عصمت گاڑی کے پائدان سے اُتر کے آداب بجا لائی۔ اور گاڑی آگے بڑھی۔ چند ہی قدم پر محمد منیر کا گھر تھا۔ جہاں گاڑی رکی اور وہ اُتر کے مردانے مکان میں داخل ہوئے جس میں اُن کا بیٹھکا تھا۔ خدمتگار نے حاضر ہو کے کپڑے بدلوائے۔ جوتا کھول کے پاؤں سے نکالا۔ اور سلیپر پہنا دیا۔

محمد منیر :- (آرام کرسی پر لیٹے ہوئے) "محمود۔ ابھی تک کوئی آیا نہیں ہے؟ میں تو سمجھا تھا کہ دوستوں میں سے کوئی ضرور موجود ہوگا۔"

محمود :- "حضور۔ ابھی تک تو کوئی صاحب نہیں آئے۔ مگر اب لوگ آتے ہی ہوں گے۔"

محمد منیر :- "اور رحمو کہاں گیا ہے؟"

محمود :- "حضور تھوڑی دیر ہوئی میں نے اُدھر زنانی ڈیوڑھی پر دیکھا تھا۔ حکم ہو تو بلوا لوں؟"

محمد منیر :- "ہاں کسی کو بھیج کے بلواؤ۔ ایک ضروری کام ہے۔"

محمود :- (دوسرے خدمتگار سے جو دوسری طرف والے دالان میں بیٹھا اونگھ رہا تھا) "ذرا تم ڈیوڑھی پر سے دوڑ کے رحمو صاحب کو بلا لاؤ۔"

اب محمد منیر کرسی سے اُٹھ کے ایک سائڈ ٹیبل کے پاس جا کھڑے ہوئے جس پہ اور بہت سا نوٹ پیپر اور لفافوں کے ایک بکس کو جو آج ہی صبح کو ایک

بڑے دُکاندار کچھ وہاں سے لائے تھے کھولا اور کاغذوں اور لفافوں کو نکال کے دیکھنے لگے جو نہایت ہی خوبصورت تھے۔ پھر دل میں کہا "میں بھول گیا۔ اس باکس کو حشمت کے ہاتھ اُن کے پاس کیوں نہ بھیج دیا؟ اُنھیں نقاشی کا بڑا شوق ہے۔ اور اکثر ایسے نفیس بیل بوٹے بناتی ہیں کہ دیکھ کے حیرت ہو جاتی ہے یہ کاغذ اور لفافے اُنھیں کے قابل ہیں۔ اور وہ اِنھیں بہت پسند کریں گی۔ اچھا تو کل دوپہر کو جب ملنے جاؤں گا اس باکس کو لیتا جاؤں گا"۔

محمد منیر کو مہ لقا بیگم سے دلی اُنس تھا۔ دونوں کی مائیں سگی بہنیں تھیں۔ اور مہ لقا جو محمد منیر سے عنقریب بیاہی جانے والی ہے اُس کی ٹھیکرے کی منگی ہوئی دُلھن ہے بچپن میں دونوں ساتھ کھیلے۔ ساتھ ہی مکتب میں بٹھائے گئے۔ اور ابتدائے عمر کی تمام خوشیوں میں باہم شریک رہے۔ آٹھ برس کی عمر کو پہونچنے کے بعد مہ لقا پردے میں بٹھائی گئی اور اُسی وقت سے پڑھنے لکھنے میں دونوں کا ساتھ چھوٹا۔ محمد منیر جو اُن دنوں گیارہ سال کا تھا اسکول میں داخل ہوا جہاں اُس نے ایف اے کا امتحان پاس کر کے تعلیم چھوڑ دی۔ گھر میں کافی جائداد موجود تھی اور اُس کے والد محمد نصیر نے اپنا ضعیفی کا عالم دیکھ کے گھر بار اور ریاست کا سارا کاروبار سعادتمند بیٹے کے ہاتھ میں سپرد کر دیا۔ اور خود گوشۂ عزلت میں بیٹھ کے عبادت کرنے لگے اور اب اُنھیں دنیا کی صرف اتنی ہوس باقی ہے کہ بیٹے کی شادی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

اُدھر مہ لقا بیگم مکتب سے اُٹھتے ہی ایک ہوشیار اور قابل لیڈی کے سپرد کر دی گئی جو مس منٹن کے نام سے مشہور رہے۔ مس منٹن نے اُسے اتنی انگریزی سکھا دی کہ خوب اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی ہے اور بولتی تو اس روانی اور خوبی کے ساتھ ہے کہ کالج کا کوئی لڑکا اُس کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا۔ اس کے ساتھ اس انگلش معلمہ نے اُسے نقاشی کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جس میں ہاتھ کے مناسب ہونے کے باعث اُس نے بہت غیر معمولی ترقی کی۔ پردے میں بٹھائے جانے کے بعد بھی اگرچہ ایک معمر و سن رسیدہ مولوی صاحب روز صبح کو آ کے اُسے فارسی و عربی کے سبق دے جاتے تھے مگر اُن کی تعلیم کا طریقہ ایسا ناقص تھا کہ عربی تو مطلقاً آئی ہی

نہین ہان فارسی مین اتنا درخور ہوگیا کہ اگر کوئی دقیق اور پیچیدہ عبارت کی کتاب نہ ہو تو وہ بہت آسانی سے بےتکلف سمجھ جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ بڑا فائدہ ہوا کہ اُس کی اردو کی لیاقت بہت اچھی ہوگئی۔ بہرحال مہ لقا بیگم آج کل کے مذاق کے سانچے مین ڈھلی ہوئی نہایت ہی مکمل عورت تھی۔

پردے مین بٹھائے جانے کے بعد بھی اُسے اپنے آیندہ دولہا محمد منیر سے پردہ کرنے پر نہین مجبور ہونا پڑا۔ کیونکہ قرابت کے بہت قریب تعلقات تھے۔ ابتداءً اکثر دونون ایک ساتھ بیٹھ کے گھنٹون باتین کرتے اور ہنستے بولتے۔ لیکن جوجو اُنھین اس بات کی حس ہوتی گئی کہ ہم دونون آیندہ زندگی مین میان بی بی بننے والے ہین بزرگون کے سامنے ساتھ بیٹھنے۔ ہنسنے بولنے اور ملنے جلنے مین شرمانے لگے۔ یہان تک کہ اب سوا اس کے کہ کبھی اکیلے دُکیلے موقع پاکے ایک دوسرے سے کوئی بات کہہ دے بات چیت کی نوبت نہین آتی۔ لیکن اس کمی کو حشمت نے رفع کر دیا جو نہایت ہی رازداری کے ساتھ دونون کے سلام و پیام کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

چونکہ دولہا دلھن دونون جدید مذاق کے ہین اس لیے مخفی طور پر نامہ و پیام کرنے یا تنہائی مین ملنے جلنے مین کوئی مضائقہ نہین سمجھتے۔ مگر ہان بزرگون کے بُرا ماننے کے خیال سے اس کا اظہار کرتے ڈرتے ہین۔ خصوصاً ان دونون شادی کا زمانہ بالکل قریب ہونے کی وجہ سے اُنھین بہت ہی الگ تھلگ رہنا پڑتا ہے لیکن اس پر بھی اگر موقع مل جائے یا ضرورت ہو تو دو باتین کر لینے مین تامل نہین ہوتا۔

محمد منیر کاغذ کو میز پر چھوڑ کے ہٹا تو اُس کے خیال مین مہ لقا بیگم بسی ہوئی تھی اُس کا خوبصورت پتلا سا خیال کی آنکھون کے سامنے تھا۔ جیسے کسی چابکدست مصور کی آنکھون تلے یونان جان آ یونانی دیوی کی خوبصورت مورت ہوتی ہے اور وہ اُسے حسب آدمی بیٹھا ہوتا۔ وہ خو کے خط و خال پر غور کرتا اور اُن کی نقل اُتارتا ہے۔ ان ... اسے بس ہنستے بھی را نوعمر رئیس زادہ محمد منیر اپنی معشوقہ مہ لقا کے چہرۂ زیبا ہٹتا، کی بھی تو نہین چلنے پا ہوئے اُس کی صورت و سیرت پر غور کر رہا تھا۔ اور آخر کے منھ سے نہین نکل چکی تھی۔ کہنے لگا "اُس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے تو اُسے ہزارون صلواتین سنا۔ حسن و جمال مین اُس کا جواب نہین۔ ایسا شگفتہ مزاج

اور ایسی سمجھ بوجھ میں نے کسی عورت میں نہیں دیکھی۔ تعلیم و تربیت بھی ایسی ہوئی ہے کسی ہندوستانی لڑکی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور سو خوبیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ پرانے زمانے کی عورتوں کی طرح لکیر کی فقیر نہیں بلکہ نہایت ہی شائستہ اور روشن خیال ہے۔ مگر افسوس آج کل ایسی حالت ہو رہی ہے اور جلال نگر میں ایسا اندھیر مچا ہوا ہے کہ مجھے اس کے بیاہ لانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ شادی کا ارادہ کرنا نہ ابا جان ہی کو پسند ہوگا اور نہ والدہ ماجدہ ہی کو۔ اور مہ لقا کے ماں باپ کے تو بہت خلاف ہوگا۔ مگر میں کیا کروں میرا دل نہیں مانتا۔ اگر کہیں خدا نخواستہ مہ لقا راستے سے غائب ہو گئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ پھر مجھے ایسی بی بی نہ نصیب ہوگی۔ دنیا میں ایسی لڑکی ہی نہیں۔ مجھے کہاں سے مل جائے گی۔ لیکن ایک بات ہو سکتی ہے شادی کی اور سب باتیں تو ہوں مگر دلہن برات کے ساتھ رخصت کر کے نہ لائی جائے۔ میں وہیں اس کے گھر میں جا کے اس سے مل آیا کروں گا۔ لیکن اسکو بھی مہ لقا کے ماں باپ نہ منظور کریں گے۔ پسند تو میرے والدین کو بھی نہ ہوگا لیکن انھیں کہہ سن کے راضی کر لیا جا سکتا ہے مگر مہ لقا کے گھر والے اس بات کو گوارا کریں مشکل ہے۔ خیر اس بارے میں کل اسی سے مل کے مشورہ کروں گا۔ اب چل کے اس کا حکم تو پورا کر دوں۔ میرے مشورہ کو وہ حکم سمجھتی ہے۔ مگر اسے اس کی خبر نہیں کہ جس بات کو وہ مجھ سے کہتی ہے اس کی تعمیل میرا فرض اور دین و ایمان بن جاتی ہے

دل سے یہ باتیں کر کے محمد منیر نے زنانے مکان کا راستہ لیا۔ زنانے دروازہ کے قریب پہونچا تھا کہ اس کے ایک دوست اور مصاحب آ گئے جن کی صورت دیکھتے ہی کہا "خوب آئے محمد عاقل صاحب۔ میں آپ کا منتظر تھا لیکن آپ کو ذرا تکلیف ہوگی۔ میں چند منٹ کے لیے گھر میں ہو آؤں۔"

محمد عاقل "آپ شوق سے تشریف لیجائیں۔ میں ..."

ان سے رخصت ہو کے آگے بڑھا تھا کہ داروغہ ...

عرض کیا "حضور نے غلام کو یاد فرمایا تھا؟"

محمد منیر "ہاں مجھے تم سے یہ کہنا تھا کہ ڈیوڑھی کے ... نام ایک عورت جو روز آیا کرتی ہے آئندہ نہ آنے پا...

بھی انگریزی ... اور خوبی کے ساتھ
... اس کے ساتھ اس
... جس میں ہاتھ کے مناسب
... سے میں بٹھائے جانے کے لائق
... صبح کو آ کے اسنے فارسی و عربی
واقف تھا کہ عربی تو مطلقاً آتی ہی

اندر قدم نہ رکھنے دیتا۔"

وارو غہ "بہت خوب"۔ اس کے بعد زنانے میں گیا تو ماں نے صورت دیکھتے ہی کہا "بیٹا آج دن بھر کہاں رہے؟ سوتے باہر ہو۔ کھانا باہر کھاتے ہو۔ گھر میں کبھی صورت نہیں دکھائی دیتی۔ اسے گھڑی بھر کو تو کسی وقت صورت دکھا جایا کرو۔"

محمد منیر "بہت بہتر جس وقت فرمایئے حاضر ہوا کروں۔ آج تو دن بھر کچھ ایسے کاموں میں پھنسا رہا کہ چھٹی نہیں ملی۔ ابا جان نے سارا کام میرے ہی سر چھوڑ دیا ہے اگر ذرا بھی غفلت کروں تو دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ابا جان ناراض ہوں گے۔ بس اسی خیال سے میں اپنے آرام کا خیال نہیں کرتا۔ اور جہاں تک بنتا ہے آج کے کام کو کل پر نہیں اٹھا رکھتا۔ ابا جان یوں کہنے کو تو الگ اور اپنے وظائف میں مشغول ہیں مگر میری ہر بات کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

ماں "بیٹا یہ تمھارے ہی بھلے کے لیے ہے۔ کوئی شکایت کی بات نہیں۔"

محمد منیر "تو میں شکایت کب کرتا ہوں؟ میں نے تو اپنی غیر حاضری کا سبب عرض کیا تھا۔"

ماں "یہی سعادت مندی تمھارے کام آئے گی۔ مگر بیٹا تمھاری دلھن کی طرف سے تو آج میرا دل کھٹا ہو گیا۔"

محمد منیر۔ (ٹھہر کے) "وہ کبھی آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں گی۔"

ماں "تمھارے بس دیکھ لیا۔ میں نے آج بلوا بھیجا تھا کہ وہ گھڑی کے لیے چلی آئیں۔ اور ناز کے ادا کی گر دیا کے کام میں شریک ہو کے چلی جائیں۔ مگر نہ آنا تھا نہ آئیں۔"

محمد منیر "مگر اماں جان آپ نے بھی تو غضب کیا۔ انھیں بلوانا تھا تو خالہ جان کے پاس آدمی بھیجا ہوتا۔ وہ خود سے کیسے چلی آتیں؟"

ماں "اسے بس رہنے بھی دو۔ غریب جہاں آرا (مہ لقا کی ماں جو ان کی چھوٹی بہن ہیں) کی بھی تو نہیں چلنے پاتی۔ اسے وہ بھی کہتی اور سمجھاتی رہیں مگر صاحبزادی کے منہ سے نہیں نکل چکی تھی۔ پھر بھلا کیسے آتیں؟ اور میری ماما نے جب زیادہ اصرار کیا تو اسے ہزاروں صلواتیں سنائیں۔ کھڑے کھڑے گھر سے نکال دیا۔ اور کہا خبردار

پھر کبھی میرے گھر مین قدم نہ رکھنا۔ اے آج تو میری ماما کو نکالا ہے کل وہ خود مجھے نکال دین گی تو مین کیا کرون گی؟ ابھی کنوارپنے مین تو یہ حال ہے۔ آگے چل کے جب گھر کی مالک بنین گی اُس وقت خدا جانے کیا کرین گی؟ اور نہ جانے میرا کیا دہارا ہو گا؟ مجھے تو بیٹا اِس کا بڑا ملال ہوا۔ پڑھانے لکھانے اور انگریزون سے تعلیم دلانے کا پھل اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا؟ اسی لیے مین نے اپنی نازک ادا کو نہ پڑھایا اور نہ پڑھاؤن گی۔ اے مین کہتی ہون یہی حال ہے تو میرا اُن کا نباہ کیسے ہوگا؟ بیٹا میرا تو جی چاہتا ہے کہ اُن سے رشتہ تڑا لون۔ خدا تمھین زندہ و سلامت رکھے کیا مجھے کوئی اور لڑکی نہ ملے گی؟"

محمد منیر:۔ "ایسی ہی ذرا ذرا سی باتون مین رشتہ تڑانے کا نام لیا جایا کرے تو دنیا کیسے چل سکتی ہے؟"

مان:۔ "واہ بیٹا واہ! قربان تمھاری عقل کے! یہ ذرا سی بات ہے؟ بس اتنا رہ گیا ہے کہ وہ آکے مجھے جوتیان لگائین۔ اے یہ تو اتنا بڑا کانٹا ہے جو مرتے دم تک میرے کلیجہ مین کھٹکتا رہے گا۔"

محمد منیر:۔ "آخر یہ تو بتائیے کہ آپ نے لانے کو کسے بھیجا تھا؟"

مان:۔ "اے مین نے کسی کو بھیجا۔ جو کوئی گیا ہو میرا بھیجا گیا تھا۔"

محمد منیر:۔ "خوب! کوئی اجنبی شخص جائے اور کہہ دے کہ آپ نے بھیجا ہے۔ تو کیا وہ اُس کے ساتھ چلی آئین گی؟"

مان:۔ "اے کوئی اجنبی جانے ہی کیون لگا تھا؟ کسی کو کیا پڑی ہے جو خواہ مخواہ کو چلا جائے گا؟"

محمد منیر:۔ "آخر معلوم تو ہو کہ آپ نے کسے بھیجا تھا؟"

مان:۔ "مین نے وزیرن کو بھیجا تھا جو بیس دفعہ اُن کے گھر ہو آچکی ہے۔"

محمد منیر:۔ "وزیرن! اُس سے بڑی بدمعاش عورت کون ہو سکتی ہے؟ آپ کیا جانتین مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ اول درجہ کی مکار عورت ہے۔ اور اس قابل نہین کہ گھرون مین آنے پائے۔ آپ کو معلوم بھی ہے کہ آج کل شہر مین کیا ہو رہا ہے؟"

مان:۔ "سب سن چکی ہون۔ مگر وزیرن کوئی ایسی ویسی عورت نہین۔ میری

جانی بوجھی ہے - اور مجھے ہر طرح اُن پر شبہ گیا - اور بیٹھتے ہی گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا

محمد منیر "کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کم بخت سے اودھر اُودھر کی باتین رہین - جب کھانے

کیا پیشہ کرتی ہے ؟" وم مین گیا اور ایک بھاری نفیس اور پر تکلف

ماں "ان باتون کے نہ معلوم ہونے سے کیا ہو ۔ مکار کو حکم دیا گیا عذر ن اور لفافون

محمد منیر "آپ کو بھروسا ہے اور مجھے دریافت کرنے گیا اور وہ باکس لا سکے اُس کے

قابل نہین کہ اُس پر اعتبار کیا جائے - بلکہ ایک دن مین سنا کہ بھائی افتخار حسین

عورت کا اعتبار نہ کرنا - اور اُس کا گھر مین آنا اچھا نہین -

وجہ سے ہوا - ورنہ وہ بھلا آپ کے حکم مین عذر کرتین ؟" غرض - اس وقت محمد منیر

ماں "مجھے تمھارا اعتبار نہین اور اُس کا ہے - جب بھیجون گی اُس رخ زیبا پر بلا

دیکھون کیسے نہین آتی ہین" غضب حسن

محمد منیر "آج مجھے تحقیق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وزیرن گھر مین آنے کے کوئی

نہین - اور اسی لیے مین نے اپنے یہان بھی ڈیوڑھی پر حکم دے دیا ہے کہ وہ اندر

نہ آنے پائے"

ماں - (حیرت سے محمد منیر کی صورت دیکھ کے) "اے اب تم بھی اِس قابل ہوئے کہ

مجھ پر حکومت کرو - مین جسے بلانا چاہون اُسے تم نہ آنے دو ! ابھی ابھی حشمت آئی

تھی معلوم ہوتا ہے وہ تم سے پہلے ہی اُن کے نہ آنے کا حال کہہ گئی - اور یہ سُن کے کہ

مہ لقا نے وزیرن کو اپنے گھر آنے سے روک دیا ہے تم نے بھی اپنے گھر مین اُسکی

مناہی کر دی - اے تو صاف صاف کیون نہین کہتے کہ ابھی شادی نہین ہوئی

مگر خیر سے تم اُن کی فرمان برداری کرنے لگے - اور ابھی سے وہ مجھ پر حکومت

کرنے لگین - اماں جی ! اماں جی ! کہان گئی مردار ؟"

اماں جی - (دوڑ کے) "حاضر"

ماں "باہر پہرے کے سپاہیون سے جا کے کہہ آؤ کہ وزیرن کو اگر کسی نے روکا

تو مین اُسے کھڑے کھڑے نکال دون گی"

ماں کو حد سے زیادہ برہم دیکھ کے محمد منیر وہان سے ٹل آیا - اور زنانے سے ملے

ہوئے ایک دوسرے مکان مین گیا جہان اُس کے والد محمد نصیر اپنے سن رسیدہ اور دیندار

پھر کبھی میرے گھر مین قدم نہ رکھنا۔ اسے آج تو سلام کرکے پاس بیٹھ گیا اور اُنھون نے نکال دین گی تو مین کیا کرون گی؟ ابھی کیا ہے؟"

جب گھر کی مالک بنین گی اُس وقت کان کے قریب مُنھ لیجاکے آہستہ آہستہ ساری دہائی ہوگا؟ مجھے تو بیٹا اِس کا ہی بدمعاش اور مشتبہ عورت ہے۔ مگر امان جان کو خدا سے تعلیم دلانے کا پھل اِس بات نہین سنتین"

نازک ادا کو نہ پڑھایا یا اُن کا مزاج ہی ایسا خراب ہے اِس کو مین کیا کرون؟ بعض میرا اُن کا نباہ کیسے بات سوار رہوتی ہے کہ کسی کی نہین سنتین خیر تم جاؤ مین سمجھا دون گا تھین زندہ دلہا اسے آنے سے روک دیا۔ آج کل زمانہ بہت نازک ہے۔ اور کسی محمد منیر گھر مین ہرگز نہ آنے دینا چاہیے"

کیسے کہہ کے محمد نصیر نے بیٹے کو سادی چار کی ایک پیالی دی۔ اگرچہ منیر انگریزی مذاق پیا کرتا تھا مگر باپ کے حکم کی تعمیل ضروری خیال کرکے پی لی۔ اور اُٹھ گئے اپنے بنگلے مین آیا۔ ماں کے بگڑنے کا خیال اُسے کسی طرح بھولتا ہی نہ تھا۔ مگر سب سے مشکل مسئلہ اُس کے نزدیک وزیرن کا آنا تھا۔ جس کا فیصلہ اُس نے یہ کیا کہ "خیر پہرے والے چاہین روکین یا نہ روکین مین اپنے کسی خدمتگار کے ذریعہ سے وزیرن کو آگاہ کرادون گا کہ یہان آنے کا ارادہ نہ کرے ورنہ اُس کے حق مین بُرا ہوگا۔ اس تجویز کے بعد وہ اطمینان سے اپنے دوستون کی صحبت مین بیٹھ کے باتین کرنے لگا۔

چوتھا باب

فراق مین وصال

دوپہر کا وقت ہے۔ اور آخر سرما کی دوپہر۔ دھوپ تیزیان دکھانے لگی ہے۔ اور بادِ خزان کے جھونکے چل رہے ہین۔ درختون مین نئی کونپلین نکل رہی ہین۔ یعنی جیسے کسی حسرت زدہ کے دل مین نئی امیدین پیدا ہوتی ہین۔ مکان مین پنکھے کھنچنے لگے۔ اور خس خانون کی تیاریان ہو رہی ہین۔

ہمارا ہیرو محمد منیر صبح آٹھ بجے سے اپنے خانگی دفتر کے کامون مین مصروف تھا۔ ساڑھے گیارہ بجتے ہی آفس روم سے اُٹھ کے منھ دھونے کی میز پر گیا۔ ہاتھ منھ دھو کے

اور کھانے کے کمرے مین آکے دسترخوان پر بیٹھ گیا۔ اور بیٹھتے ہی گاڑی تیار کرنے کا حکم دیا دو تین احباب کھانے مین شریک تھے۔ جن سے ادھر اُدھر کی باتین رہین۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو ہاتھ دھو کے ڈرسنگ روم مین گیا اور ایک بھاری نفیس اور پُرتکلف جوڑا پہن کے باہر نکلا۔ گاڑی تیار کھڑی تھی۔ خدمتگار کو حکم دیا کہ کاغذدان اور لفافون کا وہ باکس جو کل ہی آیا ہے اُٹھا لاؤ۔ محمود دوڑا ہوا گیا اور وہ باکس لا کے اُس کے ہاتھ مین دیدیا۔ اُسے اپنی گاڑی مین رکھ کے کہا "کوچبان سے کہو بھائی افتخار حسین کے مکان پر چلے"

یہ حکم پاتے ہی محمود گھر مین واپس گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ اس وقت منیر کے خیال کی پُرشوق آنکھون کے سامنے اپنی مہ جبین دُلھن مہ لقا کا رخ زیبا پھر رہا ہے۔ دل مین کہنے لگا "مین اس وقت ملون گا تو سہی مگر اُس کے سامنے تو رعب حسن سے میری زبان ہی یاری نہ دے گی۔ اُس سے کیا کہون گا؟ اور باتین کیا کرونگا؟ امان جان بہت بگڑی ہوئی ہین۔ اگر اُنھون نے نسبت کے چھوڑ دینے ہی کا ارادہ کر لیا جیسا کہ آج کہتی تھین تو غضب ہو جائے گا۔ اب تو بغیر مہ لقا کے میری زندگی نہین ہو سکتی۔ بہتر یہ ہے کہ مین نکاح مین تامل نہ کرون۔ ہوتا ہے تو ہو ہی جائے۔ ابا جان سے کہہ دون کہ جس قدر جلد ہو سکے اس کام کو پورا کر دین"

انھین خیالات مین تھا کہ گاڑی سسرال کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی۔ کیسی کی شب وصل اتنی جلدی نہ کٹی ہو گی جتنی جلد کہ ان پُر لطف باتون مین اس وقت راستہ کٹ گیا۔ گاڑی سے اُتر کے پھولدار کاغذدان کا باکس ہاتھ مین لیے ہوئے اندر آ کے مکان مین گیا۔ یہان سارے خدمتگار غائب تھے۔ صرف مجّن نام ایک دس برس کا لڑکا بیٹھا تھا جو دوڑ کے آیا۔ اور کہا "میان تو اسکول گئے ہوئے ہین"

منیر "این بھائی جان نہین ہین! میرا خیال تھا کہ آج نہ جائین گے۔ خیر تو ذرا گلاس مین پانی لاؤ۔ مین بھائی صاحب کے کمرے مین بیٹھ کے ایک کتاب دیکھنا چاہتا ہون" یہ کہہ کے کمرے مین داخل ہوا اور میز کے پاس بیٹھ گیا۔ برابر ہی گھومنے والی الماری مین "ہسٹورینز ہسٹری" کی خوبصورت جلدین ترتیب سے رکھی ہوئی تھین۔ اُن مین سے ایک کو نکال کے ادھر اُدھر ورق اُلٹنے لگا۔ اب لڑکا

گلاس مین پانی لایا جس کے دو گھونٹ پی کے گلاس میز پر رکھ لیا اور اُس سے کہا مجھے ذرا تنہا چھوڑ دو۔ اس کتاب مین مجھے کچھ دیکھنا ہے جس کام کے لیے آیا ہون کوئی ڈیڑھ دو گھنٹہ یہان ٹھہرون گا۔ مگر دیکھو کہین چلے نہ جانا" جمن حکم پاتے ہی واپس گیا۔ مگر اپنی جگہ پر بیٹھنے نہین پایا تھا کہ محمد منیر نے آواز دی "جمن!" وہ پھر دوڑ آیا تو حکم دیا کہ "گھر مین جاکے ذرا حشمت کو بُلا لاؤ۔ اور کہہ دینا کہ دو گلوریان لیتی آئے"

اب میدان خالی تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ دل کہین ہے اور نظر کہین۔ پریشان خیالی کے ساتھ کتاب کے ورق اُلٹنے لگا۔ لیکن دل تو کتاب حُسن کے مطالعہ مین مصروف تھا پڑھا کیا خاک جاتا۔ بہت سے ورق اُلٹ جانے پر بھی جب کوئی دلچسپ مضمون نہ ملا تو تصویرین دیکھنے لگا جو اکثر تاریخی اور بہت ہی دلچسپ تھین۔ اتنے مین حشمت مسکراتی ہوئی آکے سامنے کھڑی ہو گئی اور جیسے ہی محمد منیر نے اُس کی طرف نظر اُٹھائی جھک کے آداب بجالائی۔

محمد منیر "تو تمھارا حکم بجالایا۔ جاکے کہہ دو کہ حاضر ہون۔ خالہ امان آرام فرما چکین؟"

حشمت "جی ہان اُنھین آرام کیے کوئی گھنٹہ بھر ہوا۔ مین جاکے صاحبزادی کو خبر کرتی ہون"

محمد منیر "اور گلوریان نہین لائین؟"

حشمت۔ (مسکرا کے) "اُنھین خود اپنی دُلھن کے ہاتھ سے کھائیے گا۔ اُنھون نے آپ کے لیے بڑے اہتمام سے تیار کر رکھی ہین"

محمد منیر "تو جلدی خبر کرو۔ میرا یہان زیادہ ٹھہرنا مناسب نہین ہے"

حشمت "ابھی گئی۔ مگر کمرے کے دروازے بند کر لیجیے۔ اور یہ اندر سے دروازے مین سٹکنی لگی ہے اسے بھی کھول رکھیے" یہ کہہ کے حشمت چلی گئی۔ اور محمد منیر نے کرسی سے اُٹھ کے سب دروازے بند کیے پھر نہایت ہی آہستگی سے زنانے دروازے کی سٹکنی کھولی اور چپکے سے آکے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اب اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ یون تو انتظار بہت بڑی چیز ہے مگر اس کی خاتمہ کی گھڑیان قیامت ہوتی ہین۔ دل تو قابو سے باہر ہی ہے مگر دیکھیے تو ہاتھ پاؤن آنکھین اور تمام اعضا قابو مین نہین۔ کوئی خیال سینہ مین ٹھہرتا

گھبراہٹ میں ایک خیال آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ گویا دل شکارگاہ کی قندیل بنا ہوا جس میں کوئی چیز رُکتی ہی نہیں۔ اسی طرح آنکھوں کی یہ حالت ہے کہ جس چیز پر ٹھہرتی ہیں اُسی دم اُکتا کے دوسری طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ یہی حال دیگر اعضا و جوارح کا ہے کہ جنھیں اضطراب کسی ایک حالت پر قرار نہیں لینے دیتا۔ ناگہان کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ دل بلیوں اُچھلنے لگا کہ آگئیں۔ مگر بعد معلوم ہوا کہ نہیں میرا ہی گھٹنا میز سے ٹکرا گیا تھا۔ اسی طرح چند منٹ میں صدہا دھوکے ہوئے۔ آرزوؤں کے عالم میں فوری جوش پیدا ہوتا ہے اور ایک طوفان سا اُٹھتا ہے اور آناً فاناً میں غائب ہو جاتا ہے۔ امیدیں بدمستانِ خرابات کی طرح بار بار اُٹھتی اور مچل مچل کے گرتی ہیں اب مایوسی تھی کہ وہ نہ آئیں گی اور واقعی اُن کا یہاں آنا بالکل بے موقع ہے۔ شاید خالہ جان کی آنکھ کھل گئی۔ یا کوئی اور ہی آگیا ہو۔ بے شک نہ آئیں گی۔ آتیں تو کب کی آچکی ہوتیں۔ اتنے میں زنانے کے دروازے میں کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اور اُس نے کہا "کچھ نہیں۔ خالی میرا وہم ہے"۔ آہستہ آہستہ ایک پٹ کھلنے لگا اور محمد منیر دل میں کہتا ہے "یہ بھی دھوکا ہی دھوکا ہے"۔ مگر دل اس جملہ کو پورا نہیں کر چکا تھا کہ پری جمال مہ لقا بیگم کا سراپا اور پسیجا ہوا چہرہ نظر کے سامنے ہو گیا۔ سینہ میں ایک مضطربانہ آواز پیدا ہوئی کہ "آگئیں!" جسے دلِ بیتاب نے کہا اور اُسی نے سُنا۔ ساتھ ہی جوش بیخودی سے استقبال کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا "بڑا انتظار کرایا۔ میں تو مایوس ہو چکا تھا"۔

مہ لقا۔ (خاصدان دے کے) "تو میں اسی کے دینے کو آئی تھی۔ بس جاتی ہوں"۔

محمد منیر۔ (حیرت سے) "ایں! کیا آئیں؟ اور کیا چلیں؟"

مہ لقا۔ (گھبراہٹ کے ساتھ) "یہاں میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتی۔ جو کچھ کہنا ہو جلدی کہو"۔

محمد منیر۔ (بیخودی کے لہجہ میں) "تمھیں دیکھا اور سب کہہ لیا"۔

مہ لقا۔ "اوئی! میں نے تو خاک نہیں سُنا۔ اے ہوش میں ہو کہ نہیں؟"

محمد منیر۔ "ہوش کہاں۔ جہاں تم ہو وہاں کسی کے ہوش کہاں؟ لیکن بیہوشی ہی میں اِن مشتاق آنکھوں نے خدا جانے کیا کچھ کہہ دیا۔ کیا تم نہیں سمجھیں؟"

مہ لقا۔ (پاس بیٹھ کے) "ذرا ہوش و حواس کی باتیں کرو۔ میں بہت ہی تھوڑی دیر کے

لیے آئی ہون - جو کچھ کہنا سُننا ہو جلدی کہہ سُن لو - (اودھر اُودھر دیکھ کے) ایسا نہ ہو کوئی آجائے - (خود بخود کانپ کے) کوئی مجھے یہان دیکھے گا تو کیا کہے گا ؟"

بشیر" مین تو صرف اِس لیے آیا ہون کہ تمھارا حکم سُنون اور جاتے ہی اُسے بجا لاؤن"

مہ لقا" اب زیادہ آپے سے باہر نہ ہو - اور کوئی نہین تو موئی حشمت کہین قریب کھڑی ضرور سُن رہی ہو گی" یہ کہتے ہی اُس دروازے کے پاس گئی جس مین سے نکل کے آئی تھی اور دیکھا کہ واقعی حشمت کھڑی مسکرا رہی ہے -

مہ لقا - (برہمی سے)" مجھے یہ باتین نہین اچھی معلوم ہوتین - جا اُودھر ہٹ کے کھڑی ہو" پھر واپس آکے بیٹھی اور پوچھا" تم نے خالہ جان کو بھی سمجھا دیا ؟ کل جب سے سُنا ہے کہ وہ بہت خفا ہین ایک ہول سی ہو گئی ہے - نہ کھانا کھایا گیا اور نہ رات بھر آنکھ لگی - (خاصدان کھول کے) اے لو گلوری تو کھا لو"

بشیر - (گلوری کھا کے)" مین نے تو اُنھین سمجھا دیا ہے اور ابھی پھر سمجھاؤن گا مگر وہ راضی ہون یا ناراض تم خبردار گھر سے قدم باہر نہ نکالنا - حلال نگر آج کل اس قابل نہین کہ کوئی شریف اور پاکدامن بی بی کہین آئے جائے"

مہ لقا" اسی خیال سے تو مین نہین آئی - لیکن آخر یہ آفت کیا ہے ؟ نگوڑی ماما ئین روز ایک نیا قصہ آکے بیان کرتی ہین - مجھے تو یقین نہین آتا - ایسا کیا اندھیر ہے کہ دن دہاڑے ڈولیان اور میانے لُٹ جایا کرین"

بشیر" نہین یہ غلط نہین ہے - اِس وقت تک سیکڑون واقعے ہو چکے ہین - معمولی میانین اور ڈولیان نہین بہت سی براتون مین سے دُلھنین غائب ہو گئین - پولیس تفتیش مین لگا ہوا ہے لیکن آج تک پتہ نہین چلا"

مہ لقا" میری سمجھ مین نہین آتا کہ آبادی کے اندر دن دوپہر کو براتین لٹ جائین اور پتہ نہ لگے"

بشیر" کل ہمارے اُستاد مولوی سعداللہ نے تو کچھ اور ہی بیان کیا"

مہ لقا" وہ کیا کہتے تھے ؟"

بشیر" اُن کا بیان تھا کہ کسی مہاجن کی لڑکی پر سایہ تھا اُتارنے کو وہ بلائے گئے - جیسے ہی اُنھون نے اپنا فلیتہ[ع] جلایا معلوم ہوا کہ نوبہار پری اُس کے سر پر آئی ہے -

---

[ع] لفظ تو فتیلہ ہے مگر عام و خاص کی زبان پر فلیتہ ہے لہذا ہم بھی فلیتہ ہی لکھتے ہین -

اور صرف اس لیئے کہ کسی اچھے عامل کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ نکالے ۔ کیونکہ اُس کا عاشق تقاضا
عباس آوارہ ہوگیا ہے اور دن دونی دُلھنوں اور عورتوں کو پکڑ لیجاتا ہے جس کی زر
تھام کے لیئے وہ کسی بڑے عامل کو ڈھونڈھتی ہے "

مہ لقا " خوب ! اور تمھین اس کا یقین آگیا ؟"

منیر " استغفر اللہ ! بھلا مجھے ایسی باتوں کا یقین آئیگا ؟ مگر مولوی صاحب کہتے تھے
کہ اُنھوں نے یہان کی ایک مشہور رنڈی شاہزادی کی کنگھی نوبہار پری کو پڑھ کے دی
کہ شاہزادۂ عباس کے سرہانے کے تکیہ میں رکھدے ۔ چنانچہ وہ کنگھی لے کے پری چلی گئی "

مہ لقا " نگوڑی کنگھی کے رکھنے سے کیا ہوگا ؟"

منیر " یہ ہوگا کہ شاہزادۂ عباس شاہزادی پر فریفتہ ہو کے اُس کے سر پر آئے گا ۔ اور
یہان مولوی صاحب اُسے پکڑ کے سزا دینگے "

مہ لقا " تو پھر وہ جن شاہزادی پر آیا ؟"

منیر " ابھی تو نہین آیا مگر مولوی صاحب کہتے تھے کہ آج ہی کل مین آئے گا "

مہ لقا " تو تم شاہزادی کے کھیلنے کا تماشا دیکھنے کو جاؤ گے ؟"

منیر " ہان ارادہ تو ہے ؟"

مہ لقا " تو بڑا غضب ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے تمھارے مولوی صاحب اس رنڈی سے
کچھ ساز باز رکھتے ہین اور اس تدبیر مین لگے ہین کہ تمھین اُس کے ہاتھ مین پھنسا دین ۔
دیکھو کہین ایسا نہ ہو کہ ان باتون مین تم میرے ہاتھ سے جاؤ ۔ اور مین ہاتھ مل کے رہ جاؤں "

منیر " لاحول ولا قوۃ ! مین تو در کنار تمھین میرے مولوی صاحب کی نسبت ایسا خیال ہے "

مہ لقا " اُن کی حرکتین ہی بتا رہی ہین ۔ مین نہ مانون گی وہ ہین اِسی کاٹ پھانس مین "

منیر " مانا کہ وہ ایسے ہی ہین مگر مین کیا ننھا ہون ؟ شاہزادی کی صورت دیکھتے ہی دیوانہ
ہو جاؤن گا ؟ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ اگر مولوی صاحب آکے یہ کہین کہ شاہزادی پر وہ
جنون کا شاہزادہ آیا تو جا کے اُس کی کیفیت دیکھون ۔ اور اگر سچ ہو تو سمجھون گا کہ
مولوی صاحب کا عمل صحیح ہے ۔ پھر اُس کے بعد عمل ہی کے ذریعہ سے ان آفتون کا
دفعیہ کیا جائے گا "

مہ لقا " اگر شاہزادی پر جن آگیا تب تو سب کو مولوی صاحب کے عمل کا یقین آجائے گا ؟"

لیے آیا؟ بے شک آ جائے گا۔ اور یقین نہ آنے کی وجہ؟"

ماہ لقا:۔ "مگر میں یہ ضرور کہوں گی کہ مولوی صاحب تمھیں شہزادی کے دام میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ نہ جاؤ۔ مگر سنبھل کے جانا۔"

منیر:۔ "تم میرے مولوی صاحب کو خواہ مخواہ بدنام کرتی ہو۔"

ماہ لقا:۔ "تم چاہے نہ مانو مگر میں یہی کہتی ہوں کہ مولوی صاحب تم کو بے وجہ شہزادی کے وہاں نہیں لیے جاتے۔ اس میں کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے۔"

منیر:۔ "خدا کے لیے یہ کسی اور کے سامنے نہ کہنا۔ ذرا بھی کسی کے کان میں بھنک پڑ گئی تو لوگ مولوی صاحب سے بدگمان ہو جائیں گے۔"

ماہ لقا:۔ "خیر ابھی تو نہیں لیکن اگر شہزادی پردہ ہوا جیسوں کا شاہزادہ نہ آیا تب تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ دونوں میں ساز باز ہے۔ اور تمھیں پھنسا کے لوٹنا اور تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم کوئی ایسی تدبیر نہیں کرتے کہ ان چند موں کا پتہ لگے جو روز ہو رہے ہیں۔"

منیر:۔ "تو آخر کیا کیا جائے؟ کوئی بس کی بات ہے؟"

ماہ لقا:۔ "انسان آمادہ ہو تو سب باتیں بس کی ہو جاتی ہیں۔ اور نہ کرنے کے لیے جو بہانہ چاہے پیدا کر لیا جا سکتا ہے۔"

منیر:۔ "اچھا تم ہی بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟"

ماہ لقا:۔ "اسے میں سوچ کے کل کہوں گی۔"

منیر:۔ "تو میں روز یونہیں آ کے تم سے ملا کروں گا؟"

ماہ لقا:۔ "کل نہیں پرسوں سہی۔ مگر پھر ایک بار تمھارا آنا ضروری ہے۔"

منیر:۔ "اچھا تمھیں اصرار ہے تو پرسوں آؤں گا۔"

ماہ لقا:۔ "پرسوں نہیں۔ جب شاہزادی پردہ ہوا جن آ گئے تب آنا۔ اور اس کی کیفیت مجھ سے بیان کرنا۔"

منیر:۔ "تمھیں اس کے سننے کا بڑا شوق ہے؟"

ماہ لقا:۔ "شوق نہیں میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ جو اسی وقت بتاؤں گی جب اپنے دل میں فیصلہ کر لوں گی۔"

منیر:۔ "خیر سہی۔ مگر ایک بات تو بتاؤ۔ شہر کے یہ ہنگامے سن سن کے میرا ارادہ ہوا تھا کہ شاید

کو ابھی چند روز کے لیے رُکوا دون۔ مگر دل نہین مانتا۔ اور شوق دل بار بار تقاضا کرتا ہے کہ [illegible] مین تامل درکنار جلدی کرنی چاہیے"

مین اس مین کیا کہون؟ تمھین اختیار ہے جو مصلحت جانو کرو"

"مین تم سے دو باتین دریافت کرتا ہون۔ ایک تو یہ کہ اگر چند روز کے لیے اس تقریب کے ملتوی کرنے کی خواہش کی گئی تو تمھارے والدین کو ناگوار تو نہ ہوگا؟ دوسرے یہ کہ خود تمھارے نزدیک کیا مناسب ہے؟"

مہ لقا "بھئی اس معاملے مین مجھ سے نہ پوچھو"

منیر "تم سی تعلیم یافتہ اور سمجھ بوجھ والی لڑکی سے یہ جواب سُن کے مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے۔ فضول شرم و حجاب اور ایسے امور مین اپنے دل کی باتون کو دل ہی مین رکھنا اگلی جہالت اور بیجا شرم کے ساتھ تھا۔ تم مین تو تعلیم اور مس منٹن کی صحبت کے اثر سے یہ باتین نہ باقی رہنی چاہیے تھین"

مہ لقا "تم نہین مانتے تو مین کہے دیتی ہون کہ ابا جان شاید مان بھی جائین مگر اماں جان کو یہ بہت ہی ناگوار ہوگا۔ اور مین تو سمجھتی ہون کہ وہ ہرگز نہ مانین گی۔ باقی رہی میری رائے سو اس بارے مین مین تو وہی مناسب سمجھتی ہون جس مین تمھاری خوشی ہو"

منیر "خوشی نہین مصلحت کہو۔ خوشی تو یہ ہے کہ اسی وقت سے تم میری ہو جاؤ۔ اور مین تمھارا ہو جاؤن۔ خیر اب مین جاتا ہون۔ لیکن تم اتنا کام کرنا کہ کل اور پرسون دونون دن دوپہر کے وقت حشمت کو میرے پاس بھیج دینا۔ جس دن آنا ہوگا اسکی زبانی کہلا بھیجون گا" یہ کہہ کے اُس نے مہ لقا کا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا۔ اور چاہا کہ گلے لگائے۔ مگر وہ ہاتھ جھٹک کے دُور جا کھڑی ہوئی۔ اور تیوری چڑھا کے بولی "تمھاری یہی حرکتین ہین تو خبردار پھر یہان نہ آنا۔ تم شریفون مین بیٹھنے کے قابل نہین ہو"

منیر۔ (ہاتھ جوڑ کے) "قصور ہوا معاف کرو۔ اس دل بیتاب کی ساری خطا تھی [illegible]"

مہ لقا "تو [illegible] دل جوتیان کھلوائے گا۔ جو دل اپنے بس مین نہ ہو وہ بھی کوئی دل ہے۔ [illegible]"

منیر "اچھا [illegible] آ کے تو بیٹھو"

مہ لقا:۔ "نہیں۔ اب معاف کیجئے۔ دُور ہی کی بات اچھی ہے"

منیر:۔ "تو لو یہ ایک خط کے کاغذوں اور لفافوں کا باکس ہے۔ اِن سے اچھے کاغذ اور لفافے مین نے نہین دیکھے۔ ایسے اچھے بیل بوٹے اور نقش و نگار بنے ہین کہ دیکھ کے جی خوش ہو جاتا ہے۔ مین نے کہا کہ اِن کی قدر تمھارے سوا کوئی نہین کر سکتا۔ تمھارے ہاتھ کی تصویرین اور نقاشی کے اعلیٰ نمونے دیکھے ہین۔ جس سے خیال گزرا کہ تم ان کو بہت پسند کرو گی"

مہ لقا۔ (ہاتھ بڑھا کے) "تو لاؤ مجھے یہین سے دے دو۔ مین اب وہان نہ آؤن گی"

منیر:۔ "ایک گھڑی کے لیے تو بیٹھ جاؤ۔ جانا تو ہئی ہے"

مہ لقا:۔ "نہین۔ اب بہت دیر ہو گئی ہے۔ باتون مین معلوم نہین ہوا۔ کہین اماں جان جاگ پڑین یا کوئی باہر سے آگیا تو قیامت ہو جائے گی" یہ کہہ کے ہاتھ بڑھایا۔ کاغذون کا باکس لے کے "خدا حافظ" کہا اور چلی گئی۔ جاتے ہی دروازہ چپکے سے بھیڑ کے بند کر لیا۔ منیر کچھ دیر تک تو ایک سناٹے مین رہا۔ گویا کوئی جان سے زیادہ عزیز چیز کھو گئی تھی اور اُس کے پھر ہاتھ آنے کی کوئی تدبیر نہین بن پڑتی تھی۔ آخر مایوس ہو کے اُٹھا۔ زنانے دروازے کی شکنی چڑھا دی۔ کمرے کا دروازہ کھول کے جمن کو آواز دی۔ اور میز پر بیٹھ کے کتاب پڑھنے لگا۔ جمن جیسے ہی سامنے آکے کھڑا ہوا کتاب بند کر کے الماری مین رکھی۔ پھر ایک رقعہ افتخار حسین کے نام لکھ کے میز پر رکھ دیا جس کے الفاظ یہ تھے "بھائی صاحب۔ تسلیم۔ میرا خیال تھا کہ آپ آج گھر پر ہون گے۔ اور مجھے ہسٹوریز ہسٹری مین کچھ دیکھنا تھا اس لیے آج دوپہر کو آیا۔ اور آپ کی کتاب سے فائدہ اُٹھا کے واپس جاتا ہون۔ امید ہے کہ شام کو ملاقات ہوگی۔ آپ کا منیر" پھر جمن کی طرف دیکھ کے کہا "تمھارے میان آئین تو یہ رقعہ اُن کو دے دینا۔ اور مین اب جاتا ہون" یہ کہتے ہی باہر آکے گاڑی پر سوار ہوا۔ اور گھ

وُن گی جب اپنے

پانچوان باب

شہزادی کی بیٹھک

ہمارے ہیرو محمد منیر کو اپنی معشوقہ مہ جبین سے ملے تیسرا دن تھا۔ میرا ارادہ ہوا تھا کہ شام کو

اُس نے باپ کی وساطت سے اپنی ماں سپہر آرا بیگم کو بمشکل راضی کیا۔ اور اُن کی برہمی سے جو نسبت چھوٹنے کا اندیشہ پیدا ہوا تھا دور ہوا۔ مگر وزیرن کا آنا نہ موقوف ہونا تھا نہ ہوا۔ اس لیے کہ دوسرے دن جب وزیرن نہ آئی تو سپہر آرا بیگم نے دروازے کے جوانوں سے دریافت کرایا۔ معلوم ہوا کہ "حضور کے حکم کے مطابق دروازے پر تو روک نہیں ہے مگر وزیرن خود ہی نہیں آئی۔" اس جواب پر اُنھیں اطمینان نہیں ہوا۔ اپنی پرانی ماما امانی کو بلا کے چپکے سے کہا "امانی۔ تم کہیں سے ڈھونڈھ کے وزیرن کو لے آؤ۔ کچھ معلوم تو ہو کہ وہ کیوں نہیں آئی۔" امانی نے دوسرے دن آ کے خبر دی کہ "بیوی وزیرن یہاں آتے ڈرتی ہے۔ صاحبزادے کے کسی نوکر نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ اگر تم نے اب کبھی ڈیوڑھی میں قدم رکھا تو تمھارے حق میں برا ہوگا۔" اتنا سننا تھا کہ سپہر آرا بیگم نے قیامت برپا کر دی۔ بہت ہی بگڑیں۔ چیخیں چلائیں اور امانی کو بھیج کے محمد منیر کو باہر سے بلوایا۔ بیٹے کی صورت دیکھتے ہی بولیں "لو اور سنو۔ میں کوئی ہوئی ہی نہیں؟ اب صاحبزادے مجھ پر حکومت کریں گے؟ میں جس سے چاہوں اُس سے مل بھی نہ سکوں گی؟ ایسے حکم اپنے باوا پر جاری کرو جنھوں نے سر چڑھایا ہے اور گھر بار تمھارے حوالے کر کے الگ بیٹھ رہے ہیں۔ مجھ سے ایسی تابعداری نہ ہو سکے گی جس گھر میں زندگی بھر حکومت کی اُس میں بڑھاپے میں لونڈی بن کے رہوں اس کی امید مجھ سے نہ رکھنا۔ یہ دل سے دور رکھو کہ میں تمھاری حکومت برداشت کروں گی۔ امانی۔ جلدی کہاروں کو بلاؤ۔ میں اس گھر میں ایک گھڑی کے لیے تو ٹھہروں گی نہیں۔ تم جو چاہو کرو۔ میں اپنے بھائی کے گھر میں پڑی رہوں گی۔ تم باپ بیٹے مل کے یہاں کا انتظام کر لینا۔"

غل سن کے محمد منیر کے والد محمد نصیر اپنے کمرے سے نکل آئے۔ اور کہا "کیوں شہزادی بیگم! تمھاری [illegible]؟ جوں جوں بوڑھی ہوتی ہو عقل بھی رخصت ہوتی جاتی ہے۔ ایک بدمعاش عورت [illegible] منیر۔ دیا تھا مجھے [illegible] کے متعلق پوری تحقیق ہو چکا کہ بڑی فتنی اور چالاک ہے۔ اور رات دن شہر کے [illegible] ہم لگا [illegible] تو [illegible] میں آتی جاتی ہے۔ اُس کا آنا جانا بند کیا گیا تو تم بگڑی جاتی ہو۔ بھلا یہ کوئی بات ہے؟ نگوڑا دل [illegible] بیگم "مجھے تمھارے کہنے کا اعتبار نہیں۔ منیر نے ایک بات کہی اور تم اُس کا [illegible] منیر [illegible] اچھی لگے [illegible] اسی کا سا جامہ پہن لیا ہے۔ وزیرن کی ایسی کمبخت عورت تو میں نے دیکھی ہی نہیں

تمھارے کہنے سے کیسے مان لوں کہ وہ بدمعاش ہے۔"

محمد نصیر:" تمھارے سامنے دو چار چکنی چپڑی باتیں کیں اور نیک بخت ہو گئی۔ تم کیا جانو کہ کون کیسا ہے اور کس کی کیا حالت ہے؟"

سپہر آرا:" میری عقل تو جاتی رہی ہے لیکن تم بالکل سٹھیا گئے ہو۔ یہ ساری کارستانی تمھاری بہو کی ہے۔ ابھی تک بیاہ کے نہیں آئی ہیں۔ مگر جیتے گھر پر اُن کی حکومت ابھی سے ہونے لگی۔ مجھ سے بس اتنا قصور ہوا کہ کئی دن ہوئے اُسی وزیرن کو بھیج کے انھیں بلوایا تھا۔ اُس نے جا کے اصرار کیا۔ صاحبزادی کے منھ سے نہیں جو نکل گئی تو پھر وہ پتھر کی لکیر تھی۔ نہ آنا درکنار غریب وزیرن کو خدا جانے کس قدر کوسا کاٹا اور کہا تم میرے یہاں نہ آیا کرو۔ پھر وزیرن کے واپس آتے ہی اپنی لونڈی حشمت کو بھیج کے منیر کے پاس کہلا بھیجا کہ وزیرن کو میرے یہاں نہ بھیجا کرو۔ بس اسی سے وزیرن بری ہو گئی ورنہ اس سے پہلے کبھی بری نہ تھی۔"

منیر:" اماں جان میں نے عرض تو کر دیا کہ ایک ہفتہ کے قریب ہونے کو آیا حشمت کے ذریعے سے میں ہی نے وہاں کہلا بھیجا تھا کہ وزیرن کو اپنے گھر میں نہ آنے دیا کرو۔ یہ بہت ہی مشتبہ اور اندیشہ ناک عورت ہے۔ اسی وجہ سے وہ اُس کے ساتھ برائی ہو گئی"

سپہر آرا بیگم:" تم نے وہاں تو کہلا بھیجا مگر مجھ سے نہ کہا۔ ساری مصلحتیں اُسی گھر کے لیے تھیں۔ اپنے گھر سے جب ہی سروکار ہوا جب انھوں نے کہلا بھیجا۔"

منیر:" اماں جان۔ آپ تو خواہ مخواہ کو بدگمانی کرتی ہیں۔ بے شک میں نے آپ سے نہیں کہا لیکن یہاں روک کرنے کی کچھ ایسی جلدی بھی نہ تھی۔ اور وہاں مجھے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو دھوکے میں وہ اُس کے ساتھ سوار ہو آئیں۔ آج کل شہر کی حالت یہ ہے کہ ڈولیاں غائب ہو جاتی ہیں۔"

محمد نصیر:" تم نے کوئی بیجا بات نہیں کی۔ جب شہر کی یہ حالت ہو رہی ہے تو تمھیں بلانے کی کون ضرورت تھی؟ اور وہ بھی ایسی عورت کے ہاتھ جس کا پتہ نہیں کہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے؟"

سپہر آرا بیگم:" اچھا تو تم باپ بیٹے اپنے گھر میں رہو میں جاتی ہوں۔ میں تو وہیں رہوں گی جہاں وزیرن آسکے گی۔"

منیر:- آپ کو اس مین اسی قدر کد ہے تو بھ
محمد نصیر:- نہین جی۔ اُس کو بلوانا کسی طرح ضرورت تھی کہ خلاف معمول گیارہ بجے
سپہر آرا بیگم:- مین تو اس گھر مین اُسی وقت پاتی ہے کہ جب چاہتا ہون بلا لیتا ہون
نہین تو جاؤ اپنا کام کرو۔ مین اپنے بھائی کے وہان جاتی ہوں نہ ہوئے ہون گے؟
منیر:- مین ابھی اُس کی تلاش مین آدمی بھیجتا ہون اور آپ بھی شہزادی کا جھگڑا ہے
کہ جہان ملے بُلا لائے۔ آپ جو چاہین کرین اور جس سے چاہین ملین گا؟"
مگر خدا کے لیئے آج کل نہ آپ ہی کہین تشریف لیجایئے اور نہ کسی اور کو تو زادی کی
یہ کہہ کے محمد منیر اپنے مردانے مکان مین آیا۔ اور محمد نصیر ان واقعات کو گواہ ہوگا
اگرچہ وزیرن کے آنے کے نہایت خلاف تھے مگر بد مزاج بی بی کے خیال سے
خاموش ہو رہے۔ اور اپنے کمرے مین واپس گئے۔

محمد منیر باہر آکے بیٹھا تو نہایت ہی شکستہ دل اور ان کی بد مزاجیون سے بہت ہی
متاثر تھا۔ مگر معاملہ ایسا تھا جس مین لب ہلانے کی گنجایش نہ تھی۔ بیٹھتے ہی محمدو
کو بلا کے پوچھا "تم نے وزیرن سے مل کے کیا کہا تھا؟" محمدو نے کہا "حضور مجھے
تو وہ بڑی مشکل سے کوتوالی کے پچھواڑے ملی۔ مین نے روک کے کہا ہمارے سرکار کا
حکم ہے کہ اب کبھی تم محل مین نہ جانا۔ اور اگر تم نے کبھی ڈیوڑھی کے اندر قدم رکھا تو تمھارے
حق مین بہت برا ہوگا۔ اس پر وہ بگڑی۔ آواز سے تو اتنا ہی کہا کہ مجھے کیا پڑی ہے
جو وہان جاؤن گی؟ مگر چلتے چلتے کچھ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔"
محمد منیر:- خیر۔ اب تم اتنا کام کرو کہ اُسے جس طرح بنے ڈھونڈھ کے آج ہی عنبری
اور گھر مین بھیجدو۔ کہنا کہ بیگم صاحب نے بلایا ہے۔ اور تمھارے آنے پر فریفتہ کردی
لیکن اس کے ساتھ اس کا بھی پتہ لگا لو کہ وہ کہان رہتی ہے۔ کہان
جاتی ہے اور کن کن لوگون سے ملتی ہے۔" ... مین سب کے لیے ہے
محمدو:- بہت خوب۔ مین آج ہی بلا لاؤن گا۔ اور ... دل کی قوت سے شاہزادہ
دن مین لگا لون گا۔ مگر حضور ہے وہ بدمعاش عورت۔
محمد منیر:- مین جانتا ہون۔ مگر تمھین کیا۔ اماں ... کی چندی نکالا کرتے ہو۔ اور ڈھونڈھ
بلا لاؤ۔ لیکن تم اُس کی طرف سے ہوشیار ... کے خیال مین بھی نہ گزرے تھے۔ اب

تمھارے کہنے سے کیسے مان لوں کہ وہ بدمعاش ہے

محمد نصیر: "تمھارے سامنے دو چار چکنی چپڑی [illegible] دمی تھا ہاتھ جوڑ کے بولا "حضور سب

کون کیسا ہے اور کس کی کیا حالت [illegible] نہیں مانتیں تو آپ اُسے آ ملنے دیں۔ مجال ہے

سپہر آرا: "میری عقل تو [illegible]

تمھاری ہوی سے [illegible] بروسا ــــــــ" یہیں تک کہنے پایا تھا

ابھی [illegible] فرشتہ سیرت [illegible] ایک تیزی کے ساتھ

محمد [illegible] آ [illegible] محمد منیر تعظیم کے لیے اٹھا

[illegible] اپنے معزز شاگرد کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئے

محمد منیر [illegible] دوست) [illegible] مولانا کے لیے جلدی پانی منگواؤ [illegible] اور دیکھو انگریزی کیک وغیرہ

[illegible] منگوالو"

مولانا: "میں انگریزی چیزیں نہیں کھاتا"

محمد منیر: "تو پھر جو فرمائیے حاضر کیا جائے؟"

مولانا: "بس تھوڑی سی امرتیاں۔ بالوشاہیاں۔ اور گلاب جامنیں منگوالو"

محمد منیر: (تعجب سے) "چاے کے ساتھ اس قدر میٹھی چیزیں!"

مولانا: "جی مجھے یہی چیزیں بھاتی ہیں۔ میں ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی

چیزیں کھاتا ہوں۔ اور چاے اگر پھیکی ہو گی تو شکر ملا کے میٹھی کر لوں گا۔ یہ تو

میں [illegible] ہے۔ تم لوگوں کی طرح میں پھیکی اور کڑوی چاے تو پیتا نہیں ہوں"

منیر

کہا لیکن یہاں [illegible] منیر: "خیر جو آپ کی مرضی ہو۔ (محمود سے) جو جو مٹھائیاں مولانا نے فرمائی ہیں

نہ ہو د معو [illegible] لے آؤ۔ مگر اچھی اور تازی ہوں"

گرد ڈولیاں غائب [illegible] ہی محمود تعمیل کو روانہ ہوا اور محمد منیر نے مولانا سے کہا "جناب

محمد نصیر: "تم نے کوئی [illegible] ہے؟

کی کون ضرورت تھی؟ اور [illegible] چلا آتا ہوں"

اور کہاں رہتی ہے؟ [illegible] کا مزاج اچھا ہے؟"

سپہر آرا بیگم: "اچھا تو تم باپ بیٹے ہیں۔ آج صبح کو اُن کے دربار میں حاضری دے کے آیا ہوں

رہوں گی جہاں وزیرن آ سکے گی" [illegible] نواب صاحب رات بھر جاگتے اور دن بھر سوتے

کہین شام کے قریب برآمد ہوا کرتے ہین ۔"

مولانا ۔" بے شک ۔ مگر مجھے ایک ایسی شدید ضرورت تھی کہ خلاف معمول گیارہ بجے کے قریب باریابی کا موقع مل گیا ۔ مجھ پر اتنی عنایت ہے کہ جب چاہتا ہون مل لیتا ہون ۔"

محمد منیر ۔" تو جناب بارہ بجے کے قریب حرام پور سے روانہ ہوئے ہون گے ؟"

مولانا ۔" اجی مین تو ابھی نہ آتا ۔ مگر لوگ بیٹھنے نہین دیتے ۔ وہی شہزادی کا جھگڑا ۔ آپ سے مین نہ کہتا تھا کہ جنون کا شاہزادہ عباس اُس کے سر پر آ کے کھیلے گا ؟"

محمد منیر ۔" کیون نہین ؟ آپ اُسے بلواتے اور نہ آتا ؟ تو بہار پری نے شہزادی کی کنگھی تکیہ مین رکھ دی ہوگی ۔ اور آپ کا عمل تسخیر اُسے بیتاب کر کے کشان کشان لے آیا ہوگا ۔"

مولانا ۔" یہی تو ہوا ۔ مجال پڑی تھی کہ نہ آتا ؟" (محمد منیر کو ہنسی کے ضبط کرنے مین ناکام ہوتے دیکھ کے) "تمھین یقین نہین ہنستے ہو ؟ کیا مضائقہ ہے ؟ آج چل کے دیکھ لینا ۔"

محمد منیر ۔" چلنے کو جی تو چاہتا ہے مگر اوّل تو ایک رنڈی کے گھر پر جاتے مجھے حجاب آتا ہے ۔ دوسرے آپ کے تسخیر کے عمل سے ڈرتا ہون ۔ آپ اپنے عمل کے زور سے مجھے شہزادی یا کسی اور رنڈی پر فریفتہ کرا دین تو کیا کرون گا ؟"

مولانا ۔" استغفر اللہ ! میرے شاگرد ہو کے تم میری نسبت ایسا خیال کرتے ہو ؟ مین تمھین کسی رنڈی کا دیوانہ بناؤن گا ؟ کسی کو حرام پر آمادہ یا مجبور کرنا بھی حرام ہے ۔ مین تو تمھین فقط قائل کرنا چاہتا ہون ۔"

محمد منیر ۔" قائل تو مین یہ سنتے ہی ہو گیا کہ جس جن کی نسبت آپ نے پہلے سے فرمایا تھا وہ شہزادی کے سر پر آ گیا ۔ کیون مولانا ! انسانون مین تو یہ حرام ہے کہ کسی غیر منکوحہ عورت کو بغیر نکاح کے کوئی عامل اپنے عمل کی قوت سے کسی غیر مرد پر فریفتہ کر دے ۔ کیا جنون کے متعلق اس مین کوئی مضائقہ نہین ہے ؟"

مولانا ۔" کیون نہین ؟ ہماری شریعت محمدی الحمد للہ کہ انس و جن سب کے لیے ہے ۔"

محمد منیر ۔" مگر آپ نے تو اس کا لحاظ نہین رکھا اور اپنے عمل کی قوت سے شاہزادہ جن کو ایک رنڈی کا عاشق بنا دیا ۔"

مولانا ۔ (لاجوابی کی خفت سے) "تم لوگ یونہین ہندی کی چندی نکالا کرتے ہو ۔ اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے وہ باتین اور شبہے پیدا کرتے ہو جو کسی کے خیال مین بھی نہ گذرے ہون ۔ آپ

کسی کو کیا خبر کہ جنوں کا کسی آدم زاد عورت پر فریفتہ ہونا ناجائز ہے؟"
محمد منیر "تو شاید شریعت اسلامیہ کے اس حکم سے جن مستثنیٰ ہیں ؟"
مولانا " ہم لوگ ان فضول باتوں کا خیال نہیں کیا کرتے۔ جن اور پریاں اکثر عورتوں پر آیا ہی کرتی ہیں اب ہمیں کیا خبر کہ اُن کا آنا حرام ہے یا حلال ہے"
محمد منیر " اُن صورتوں میں تو اپنے افعال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ مگر شہزادی پر تو اس جن کو آپ نے مجبور کرکے بلایا ہے "
مولانا " بس اب اس ذکر کو جانے ہی دو۔ میں نے بلایا بھی ہے تو حرام کاری کے لیے تھوڑے ہی بلایا ہے ؟"
محمد منیر۔ (ہنس کے) " تو کیا وہ شاہزادی کے آنچل پر نماز پڑھنے کو آیا ہے ؟"
مولانا " پھر وہی تعریض و تشنیع۔ پھر وہی عیب چینی۔ تم لوگوں میں یہ بڑا سخت عیب ہو گیا ہے کہ جب نظر پڑتی ہے عیب پر پڑتی ہے۔ آج رات کو چل کے جب دیکھو گے اور اُس جن سے سوالات کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حرام کے لیے آیا ہے یا حلال کے لیے میں آج تمہیں ان باتوں کا قائل کرکے چھوڑوں گا "

اب چار بجا چاہتے تھے۔ محمود نے کھانے کے کمرے میں چار خوری کا سامان [illegible] اطلاع کی کہ چار حاضر ہے۔ محمد منیر اور مولانا سعد اللہ نے فوراً جا کے چار پی۔ مٹھائیوں کے ساتھ مولانا نے جو چار پی اُس کا مزہ مربّے کے شیرے کا سا تھا۔ چار سے فارغ ہو کے اُستاد شاگرد دونوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ اتنے میں پانچ بج گئے اور آدمی نے اطلاع کی کہ گاڑی تیار ہے۔
محمد منیر۔ (مولوی صاحب سے) " چلیے ذرا گھوڑی کو ہوا کھلا آئیں "
مولانا " چلو۔ مگر کہاں چلو گے ؟"
منیر " جہاں جی چاہے چلیے۔ مجھے کسی خاص جگہ جانا نہیں ہے "
مولانا " تو مغرب سے پہلے واپس آ جانا۔ گھر پر آ کے مغرب کی نماز پڑھیں اور اُس کے بعد فوراً شاہزادی کے وہاں چلیں گے "
منیر " میں پوچھتا ہوں میرا اُس کے وہاں جانا ٹھیک ہے ؟"
مولانا " اجی کوئی مضائقہ نہیں۔ اور تم تو میرے ساتھ چلو گے۔ اس پر کسی کو کہنے

اعتراض ہو سکتا ہے ؟"

منیر" مولانا آپ کی اور بات ہے۔ آپ تو حکیم صاحب کی حیثیت سے ایک خاص غرض کی لیئے تشریف لے جائینگے۔ اور مین یہان کا رہنے والا ہون۔ اور یہان کے ممتاز لوگون مین ہون۔ مجھ پر اُن لوگون کی نظرین پڑینگی اور خدا جانے دل مین کیا خیال کرین"

مولانا" یہ تو جب ہو سکتا ہے جب تم دوبارہ جاؤ۔ اور ایک دفعہ میرے ساتھ اور وہ بھی شہزادی کی حالت دیکھنے کے لیے جانے مین کوئی مضائقہ نہین"

منیر" خیر آپ کے فرمانے سے چلا چلون گا۔ مگر نیک و بد کے ذمہ دار آپ ہون گے"

مولانا" ہان ہان جی۔ مین ذمہ دار ہون"

اس کے بعد دونون گاڑی پر سوار ہو کے روانہ ہوئے۔ شہر کے باغون اور وسیع سڑکون کا ایک چکر لگایا اور چراغ جلنے سے پہلے گھر پر واپس آ گئے۔ آتے ہی نماز پڑھی۔ جس سے فارغ ہو کے منیر نے کہا" مولانا۔ وظیفہ جلدی ختم کیجیے تاکہ وہان چلنے سے پہلے کھانا کھا لین۔ خدا جانے وہان سے کس وقت آنا ہو"

مولانا" جی ہان دسترخوان بچھوائیے۔ انتظار کا وقت نہین ہے"

منیر" تیار ہے۔ مین روز اسی وقت کھایا کرتا ہون" یہ کہہ کے محمود کو حکم دیا کہ" بہت جلد دسترخوان بچھاؤ۔ اور گاڑی کو کہلا بھیجو کہ تیار رہے۔ مین ہاتھ دھوتے ہی سوار ہون گا۔" ان احکام کی فوراً تعمیل ہوئی۔ دس منٹ نہین ہوئے تھے کہ معلوم ہوا خاصہ تیار ہے۔ اور محمد منیر اور مولانا ہاتھ دھو کے کھانے مین مصروف ہوئے۔ رہے تھے کہ شہزادی کے وہان سے مولانا کے بلانے کو آدمی آیا جس نے عرض کیا کہ" سب سامان تیار ہے فقط آپ کا انتظار ہے"

مولانا" تم چلو مین کھانے سے فارغ ہوتے ہی آؤن گا۔ اور میرے ساتھ محمد منیر صاحب بھی ہون گے" آدمی واپس گیا۔ اور اُس کے جانے کے آدھ گھنٹے کے بعد مولانا اور محمد منیر بھی گاڑی پر سوار ہو کے روانہ ہوئے۔

انا گودی کا مکان نزدیک ہی تھا۔ پانچ منٹ مین گاڑی اُس کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی۔ اور لوگون نے دروازے پر آ کے استقبال کیا۔ اندر جا کے دیکھا تو نظر آیا کہ دالان خوب آراستہ کیا گیا ہے۔ جابجا پھولون کے ہار لگے ہوئے ہین گلدستہ

قرینون سے آراستہ کیے گئے ہین۔ اُجلے فرش پر صدر مین پلنگڑی کے برابر قالین ہے اور اُس پر بی شہزادی بھاری بدھی پہنے اور سر سے پاؤن تک پھولون سے لدی دُلھن بنی بیٹھی جھوم رہی ہین۔

ہوا بند تھی۔ حبس سا ہو رہا تھا۔ اور گو کہ ابھی سخت گرمیون کا موسم نہ تھا مگر اِس وقت کی اُمس قابل برداشت نہ تھی۔ یہ حالت دیکھ کے مولانا نے کہا "یہان گرمی مین ٹھیک نہین ہے۔ کھلے کوٹھے پر چاندنی مین نفیس اور سادہ فرش بچھواؤ۔ اگر اِس بند مقام مین بیٹھک کی گئی تو دماغ مین گرمی چڑھ جائے گی" حکم کے ساتھ ہی شہزادی کی مان اور اُس کے دو ایک ملازم لپک کے کوٹھے پر گئے۔ اگرچہ رات تھی جلدی جلدی جھاڑو دلوائی۔ پھر اُس پر دری اور نہایت ہی اُجلی براق چاندنی بچھا کے تکلفین مٹا ئین۔ گلاب پاشون سے گلاب اور کیوڑا چھڑک چھڑک کے سارے کوٹھے کو مہکا دیا۔ پھر ایک تیز روشنی کا لیمپ لا کے روشن کیا۔ اور نیچے آ کے مولانا سے کہا "کوٹھے پر فرش بچھ چکا۔ حضور تشریف لے چلین" مولانا اور محمد منیر جو دم لینے کے لیے یہان شہزادی کے قریب بیٹھ گئے تھے اُٹھ کے کوٹھے پر گئے۔

وہان جا کے دیکھا تو چاندنی مین یہ اُجلا فرش عجب بہار دکھا رہا تھا۔ اور خوشبو سے دماغ معطر ہوا جاتا تھا۔ اکثر تارون نے ماہتاب کی چادر نور مین اپنے منھ چھپا لیے تھے۔ اور ماہتاب آسمان کے بیچون بیچ مین ایسی آن بان اور شان و شوکت سے جلوہ افروز تھا کہ معلوم ہوتا سارے عالم علوی و سفلی پر حکومت کر رہا ہے۔ ایک دلچسپ خاموشی تھی جس مین کوٹھے کے بہت بلند ہونے کی وجہ سے نیچے کی آوازین بہت ہی کم خلل انداز ہوتی تھین۔ طیور خاموش انسانون نے البتہ بازارون اور آبادی کے گنجان حصون مین شور رکھا تھا۔ مگر اُس شور و غل کی یہان تک رسائی نہ ہو سکتی تھی۔ جیسے سکوت اور سناٹے مین کان لگائیے تو اکثر وہم سا ہوتا کہ ملاء اعلیٰ مین سرگوشیون کی آواز آ رہی ہے۔

محمد منیر پر جسے انگریزی تعلیم نے نیچر کے سچے بے تکلف حسن کا زیادہ قدردان بنا دیا تھا یہ دلفریب سمان دیکھ کے ایک محویت کا عالم طاری تھا کہ لوگ بی شہزادی کو کسی کو کے

ایک طرف اُس کی حسرت زدہ ماں ملکہ اُسے پکڑے تھی اور دوسری طرف اُس کا بھائی تنفو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ لاتے ہی بیچ مین بٹھادی گئی۔ شہزادی علاوہ لاغری خوبصورت اور نہایت ہی معزز زندیوں مین تھی۔ اُس کا چہرۂ زیبا ہی دلبری و رعنائی کے لیے کیا کم تھا مگر اس وقت معطر پھولون کے ہار پہنا کے اور دولھن بنا کے اس مین اور زیادہ دلستانی پیدا کر دی گئی ہے۔ اُس پر قیامت یہ ہوئی کہ مولانا سعداللہ صاحب کے حکم سے بال کھول دیے گئے۔ اور گیسوئے پرپیچ رخ زیبا پر لہرانے لگے۔ بناوٹ کی بگڑ بناؤ۔ اور یہ پریون اور حورون کا ایسا بے تکلف حسن عالم آشوبی کر رہا تھا۔ نشیلی سرمگین آنکھین آج سے زیادہ مخمور کبھی نہین نظر آئی تھین۔ ان تمام چیزون نے محمد نصیر کے دل پر بہت اثر ڈالا۔ وہ مبہوت تھا اور خاموش۔ اور حیرت و از خود رفتگی کے ساتھ شہزادی کی صورت و حالت کو دیکھ رہا تھا۔

اتنے مین کسی نوکر نے ایک کشتی لا کے سامنے رکھ دی۔ جس مین پانون کے بیڑے الائچیان۔ لونگین۔ اور بہت سے ہار رکھے ہوئے تھے۔ پھر دو چھوٹی چھوٹی برنجی انگیٹھیان لائی گئین جن مین انگارے دہک رہے تھے۔ اور اُن کے برابر کئی پیالون مین عود اگر اور لوبان وغیرہ تھے۔ جن کی دھونی ان عملون کے لیے لازمی تھی۔

اب مولانا سعداللہ اپنی جگہ سے اُٹھ کے شہزادی کے سامنے جا بیٹھے۔ ایک انگیٹھی مین لوبان اور ایک مین اگر کی بتی سلگائی۔ اور اُن دونون کو شہزادی کے قریب کر دیا تاکہ دھوان اُس کی ناک مین پہونچے۔ پھر ہارون پر کچھ پڑھ کے دم کیا۔ اور انھین شہزادی کے سر مین لپیٹ دیا۔ اس کے بعد اپنی نظر اُس کے خوبصورت اور رفتہ چہرے پر جما دی۔ اور بآواز بلند کچھ دعائین اور آیتین پڑھنے لگے جو جو پڑھے جاتے تھے شہزادی کی بیخودی بڑھتی جاتی تھی۔ اب اُس نے زور زور سے سر پھرانا۔ اور زلفون کو ادھر اُدھر اُچھالنا شروع کیا۔ اور بار بار غیظ و غضب کی آواز سے چیخ اُٹھتی۔ دس بارہ منٹ کے بعد اُس نے زور و شور کے ساتھ مولانا کو ڈانٹنا شروع کیا کہ مین مار ڈالون گا! گلا گھونٹ دون گا! تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو! جاؤ! اپنے گھر جاؤ! نہین تو اُٹھا کے دے مارون گا! تم نے مجھے پہچانا نہین! مین کوئی معمولی جن نہین! اپنی خیریت چاہتی ہو تو سیدھی چلے جاؤ! ورنہ زندگی بھر پچھتاؤ گی!

مولانا:"تم کون ہو؟"
شہزادی۔(بہت چیخ کے)"تم پوچھنے والے کون؟ مین نہین بتاتا"
مولانا:"نہین بتاتے؟ مجھے کوئی ایسا ویسا عامل نہ سمجھنا۔ مین نے بڑے بڑے جنون کو سیدھا کر دیا ہے۔ بہت سے شیشون مین بند کرکے زمین مین گاڑ دیے اور سیکڑون کو جلا کے خاک کر دیا۔"
شہزادی:"تو آج میرا تمھارا سامنا ہے! اب بھی کہتا ہون کہ اپنی خیریت چاہتے ہو تو میرا مقابلہ نہ کرو۔ ورنہ ساری مشیخت خاک مین ملا دون گا" یہ کہتے ہی شہزادی طیش مین آکے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لپک کے بائین ہاتھ سے مولوی صاحب کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ اور داہنے ہاتھ سے کس کس کے کئی پوسٹے رسید کیے۔ اس دست درازی مین مولانا کا عمامہ الگ جا گرا۔ جبا پھٹ گئی۔ اور ڈاڑھی کے بہت سے بال نچ گئے۔ لوگون نے پکڑ دھکڑ کے شہزادی کو الگ کیا۔ اور کھینچ کھانچ کے اُسے پھر اُس کی جگہ پر بٹھا دیا۔
مولانا:"مین نے ہزارون بھوت اور جن اُتارے مگر یہ واقعہ کہین نہین پیش آیا تھا بے شک بڑا زبردست جن ہے۔ (شہزادی کی طرف دیکھ کے)"بس؟ تمھارا حملہ ہو چکا؟ پھر کہتا ہون کہ اپنا نام بتاؤ اور جو کچھ پوچھون اُس کا جواب دو۔ مار کھا کے اور تکلیفین اُٹھا کے بتایا تو کیا بتایا؟"
شہزادی:"نہین مین ہرگز نہ بتاؤن گا"
مولانا۔"اچھا تو سنبھلو" یہ کہتے ہی مولانا نے اپنی جیب سے ایک پڑیا نکالی اُس پر کچھ پڑھ کے دم کیا۔ اور اُسے ایک انگیٹھی مین ڈال کے انگیٹھی اپنے ہاتھ سے شہزادی کی ناک کی طرف بڑھائی۔ اُس کے دھوئین کی تکلیف سے پہلے تو شہزادی نے گھبرا کے سر ہٹا لیا۔ کچھ منھ بنایا۔ اور اس کے بعد یک بیک انگیٹھی پر ایک ہاتھ جو مارتی ہے تو وہ اُلٹ گئی اور اُس مین جو کچھ تھا سب مولوی صاحب کے منھ اور کپڑون پر آپڑا۔ آنکھون مین دھول پڑی تو مولانا گھبرا کے آنکھین ملتے ہوئے بھاگے۔ آنکھین اچھی طرح مل نہین چکے تھے کہ گھبرا کے اپنی ڈاڑھی کھسوٹنے لگے جس مین ایک چنگاری اٹکی رہ گئی تھی اور اُس کے اثر سے اب تک آدھی ڈاڑھی

آفات ارضی و سماوی سے نڈر ہو چکی تھی۔ ڈاڑھی کھسوٹ رہے تھے کہ چاروں طرف غل مچا "آگ! آگ!" اس لیے کہ مولانا کے کپڑوں میں بھی آگ لگ گئی تھی جو بجھانے سے مشتعل ہو گئی۔ اس وقت محمد منیر نے نہایت پھرتی کے ساتھ دوڑ کے زور سے مولانا کو ایک دھکا دیا۔ اور زمین پر گرا کے غل مچایا "لیٹے رہیے! لیٹے رہیے!" لیٹ جانے سے شعلوں کا رخ اوپر کی طرف نہیں رہا اور جہاں تک آگ پہونچی تھی اُسی جگہ تک رہ گئی۔ جیسے محمد منیر نے اپنا دوشالہ ڈال کے اور ہاتھوں سے مل مل کے بجھایا۔ رانوں اور چوتڑوں میں کئی جگہ جل گئے تو ضرور مگر اصل یہ ہے کہ خدا نے بچایا۔ ورنہ مولوی سعد اللہ صاحب کے جل مرنے میں کوئی کسر نہیں باقی رہی تھی۔

اب مولانا جھاڑ پونچھ کے پھر اپنی جگہ پر بیٹھے۔ مگر سانس پھولی ہوئی تھی۔ اور چہرے سے گھبراہٹ اور خوف کے آثار نمایاں تھے۔ حاضرین کی طرف دیکھ کے کہا "بڑا موذی جن ہے۔ میں ایسا نہیں سمجھا تھا۔ ورنہ ان باتوں کی نوبت ہی نہ آتی۔"

شہزادی "بچ گئے میرے وار سے؟ میں نے تو جلا کے خاک کر دیا تھا مگر تمھارے ساتھیوں نے بچا لیا۔ کہتا ہوں کہ ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر جاؤ۔ کیوں زندگی سے بیزار ہوئے ہو؟"

مولانا "زیادہ نہ اتراؤ۔ دیکھو دم بھر میں بتائے دیتا ہوں۔"

محمد منیر "مولانا! میری رائے تو یہ ہے کہ اب آپ گھر چلیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔"

مولانا "نہیں جی۔ میں ایسے جنوں ہی سے ڈر جاؤں تو پھر عمل کیا کروں گا؟ ایسے ایسے صدہا کرشمے دیکھ چکا ہوں۔ تم دیکھ لینا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب میں اس حرامزادے جن سے بے بدلہ لیے تھوڑے ہی رہوں گا؟ تم گھبراؤ نہیں۔ چپکے بیٹھے دیکھا کرو۔ مگر اس وقت سچ تو یہ ہے کہ تم نے میری جان بچائی۔ آج تم نے شاگردی کا حق ادا کر دیا اور دوست ہو تو ایسا ہو۔"

منیر "اس کو دوستی اور شاگردی سے کیا تعلق؟ یہ تو انسانیت کا ایک حق تھا جس کا ادا کرنا ہر آدمی پر فرض ہے۔ آپ ہوتے تو اور کوئی انجان شخص ہوتا تو میں ہر صورت میں یہی کرتا جو کیا۔"

مولانا "تو یہ مجھ پر یہ تمھارا کوئی احسان نہیں ہے؟"

محمد منیر: "ہرگز نہیں۔ اپنا فرض ادا کرنے میں کوئی کسی پر احسان نہیں کرتا۔"
اب پھر مولوی سعد اللہ نے شہزادی کی طرف توجہ کی اور کہا "تم اپنا نام ونشان نہ بتاؤ گے؟"
شہزادی: "ہرگز نہیں۔ بڑے مرد ہو تو پوچھ لو۔"
مولانا: "اچھا پوچھتا ہوں۔" یہ کہہ کے مولانا نے اپنی جیب سے ایک فلیتہ نکالا جسے زیتون کے تیل میں ڈبو کے روشن کیا۔ اور جب اُس میں سے اچھی طرح لَو نکلنے لگی تو اُسے یک بیک شہزادی کی ناک کے پاس لے گئے۔ اُس نے ارادہ کیا تھا کہ اُسے ہاتھ سے نوچ کے پھینک دے۔ مگر ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ زور سے ایک چیخ ماری اور اُلٹ کے پیچھے چت گری۔ مولانا نے بھی پھرتی کے ساتھ بڑھ کے پھر فلیتہ کو اُس کی ناک کے قریب کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے بال مضبوط پکڑ لیے تاکہ سر کو جنبش نہ دے سکے۔ ساتھ ہی محمد منیر سے کہا بھئی ذرا اس کے دونوں ہاتھ تو پکڑ لینا۔ محمد منیر نے اِس میں تامل کیا تو شہزادی کے بھائی نے بڑھ کے اُس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور اب وہ بالکل بے بس اور ناچار تھی۔ نہایت بے بسی کے ساتھ غل مچایا "مجھے چھوڑ دو۔ میں جاتا ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی نہ آؤں گا۔"
مولانا۔ (فخر و ناز سے) "ٹلتے چڈا خوشامد کرنے! اب بتاؤ تم بڑے جن ہو یا میں بڑا عامل ہوں؟"
شہزادی: "آپ بڑے عامل ہیں۔ مگر اب میری جان چھوڑ دیجیے۔ ہائے جلا!"
مولانا: "میں اب بے جلائے خاک کیے نہ رہوں گا۔"
شہزادی۔ (بہت ہی گھبرا گھبرا کے) "حضرت سلیمان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ اِخدا کے واسطے مجھ پر ترس کھاؤ۔"
مولانا: "تو جلدی بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمھارا کیا نام ہے؟"
شہزادی: "ابھی بتاتا ہوں۔ مگر اس عذاب سے تو چھوٹوں۔ للہ مجھے معاف کرو۔"
مولانا۔ (فلیتہ کو شہزادی کی ناک کے پاس سے ہٹا کے) "اگر اب کی شرارت تو پھر ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ سیدھی طرح بتاؤ تمھارا کیا نام ہے؟"
شہزادی: "میرا نام عباس ہے۔ اور میں جنون کا شاہزادہ ہوں۔ کوہ قاف

مین میرے باپ کا تخت ہے - اور سارا بحر قلزم میری حکومت مین ہے"
مولانا "اِس عورت کو کیون ستا رکھا ہے؟"
شہزادی "تین چار روز ہوئے مین گھر مین لیٹا تو یکایک طبیعت پریشان ہوئی نہ کسی کام مین دل لگتا تھا اور نہ کہین جی بہلتا تھا - ادھر ادھر گھبرایا گھبرایا پھرتا تھا - آخر پریشانی مین دُنیا کا چکر لگانے لگا - رات بھر مارے مارے پھرنے کے بعد دن کو یہان گزر ہوا تو کیا دیکھتا ہون کہ یہ کوٹھے پر برہنہ بیٹھی نہا رہی ہے - صورت دیکھتے ہی دل ہاتھ سے جاتا رہا - اور معلوم ہوا کہ ساری گھبراہٹ اِسی کے عشق کی تھی جو بے دیکھے میری سینے مین آگ کی طرح بھڑک اُٹھا تھا - بس اُسی وقت سے مین اِس کا عاشق زار ہون - اور بے اِس کے کسی حال مین چین نہین پڑتا"
مولانا "کچھ تجھے بھی کہ یہ کیون ہے؟"
شہزادی "مجھے کچھ نہین معلوم - بس دل ہے اور بتیا بیان - مین اِسے چھوڑ کے جاؤن گا تو مر جاؤن گا - (ہاتھ جوڑ کے) اور جو چاہے کیجیے مگر مجھ سے میری معشوقہ کو نہ چھڑائیے"
مولانا "ظالم یہ تجھ پر تو بہار پری کا صبر پڑا ہے"
شہزادی - (چونک کے) "نوبہار پری! آپ نوبہار پری کو کیا جانین؟"
مولانا "مین سب جانتا ہون - بھلا مجھ سے کوئی بات چھپی ہے؟"
شہزادی "سچ سچ بتائیے آپ کو نوبہار پری کا نام کیونکر معلوم ہوا؟"
مولانا "مجھے کسی طرح معلوم ہوا تم بتاؤ جھوٹ ہے؟"
شہزادی "جھوٹ نہین بالکل سچ ہے - وہ میری پرانی محبوبہ اور منکوحہ ہے - اور جیسا مین اُس پر عاشق ہون ویسی ہی وہ مجھ پر جان دیتی ہے"
مولانا "تم نے اُسے کچھ ستایا تو نہین؟"
شہزادی "اُس کے ساتھ تو مین نے کوئی بُرائی نہین کی"
مولانا "اور یہ جو آج کل تم روز ایک نئی معشوقہ ڈھونڈھ لاتے ہو اور سیکڑون آدم زاد حسینون اور نئی بیاہی دُلھنون کو پکڑے جاتے ہو اُس کے ساتھ بھلائی ہے؟ ظاہر مین جو وہ صبر کرتی ہے تو تم جانتے ہو کہ اُس کے دل کو اِس کا صدمہ نہین؟ اُس کا دل خون ہو رہا ہے - اُس کے سینے مین حسد و رقابت کی آگ بھڑک رہی ہے

جس کی تکلیف سے اُسے کسی حالت پر قرار نہین آتا"

شہزادی۔ (بھولی ہو کے) "اُفوہ! آپ کو میرا سارا حال معلوم ہے! یہ بھی کہ مین روز کسی نئی دُلھن کو اُٹھا لیجاتا ہون! مگر حضرت معاف کیجیے۔ اب تو مجھے اس ظالم حسینہ کے عشق نے کہین کا نہین رکھا"

مولانا "اچھا اگر تمھارے دل سے شہزادی کا عشق جاتا رہے تو پھر تو اسے نہ ستاؤ گے؟"

شہزادی "ہرگز نہین۔ پھر مجھے اس کے پاس آنے کی کیا ضرورت ہوگی؟"

مولانا "تو ایک کام کرو۔ ابھی وقت جا کے اپنے سرھانے کے تکیے کو دیکھو۔ اُس کے غلاف مین تمھین ایک کنگھی ملے گی۔ اُسے نکال کے میرے پاس لے آؤ"

شہزادی "تو جا کے اُسے ڈھونڈ ون؟ مگر وہان کنگھی کہان سے آجائے گی؟"

مولانا "تم جا کے دیکھو تو سہی مگر کتنی دیر مین آجاؤ گے؟"

شہزادی "پانچ منٹ مین۔ بس فقط جانا اور آنا ہے"

مولانا "تو جاؤ" اس کے ساتھ ہی شہزادی پر ایک ناتوانی کی غفلت سی طاری ہوئی۔ اور دو منٹ کے بعد اُس نے آنکھین کھول دین۔ سنبھل کے بیٹھ گئی۔ اور اپنا بنڈا جو غفلت مین جا بجا سے کھل گیا تھا چھپا لیا۔ پھر ایک ایک کو آنکھین پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیسے لوگ گھر مین جمع ہین۔ اور مجھے کیون گھیرے ہوئے ہین۔ مان نے اُسے ہوش مین دیکھ کے پوچھا "بیٹی کیسی ہو؟" جس کے جواب مین اُس نے شرم آمیز متانت سے کہا "اچھی ہون"

مان "خدا اچھا ہی رکھے۔ اب کسی بات کی شکایت تو نہین ہے؟"

شہزادی "سارے بنڈے مین درد ہے۔ رویان رویان دُکھتا ہے"

مان "مولانا کا احسان مانو کہ اُنھون نے تمھین اچھا کر دیا۔ ورنہ کسے امید تھی کہ یون بیٹھ کے تم ہوش کی باتین کرو گی؟"

شہزادی "مجھے پیاس لگی ہے۔ ذری سا پانی پلا دو" ایک خادمہ دوڑ کے پانی لائی۔ اور شہزادی نے گلاس ہاتھ مین لے کے منھ سے لگایا ہی تھا کہ یکایک اُس کی آنکھین سرخ ہوگئین۔ اور جوش مین آ کے گلاس مولانا سعد اللہ کے منھ اس زور سے کھینچ مارا کہ چور چور ہو گیا۔ شیشہ کی کئی کرچین داہنے رخسار کے اوپر چُبھ

گئیں۔ خدا نے آنکھ کو بچایا۔ بیچارے سر سے پاؤں تک پانی میں نہا گئے۔ مولانا کپڑے نچوڑ رہے تھے کہ شہزادی نے جھوم کے اور زلفوں کو کئی جھولے دے کے کہا "تو میں آگیا"

مولانا: "پھر تم نے میرے ساتھ گستاخی کی"

شہزادی۔ (حیرت سے) "ایں یہ آپ تھے! معاف کیجیے اپنے جوشِ جنون اور اس معشوقہ کے فراق کی بیتابی میں مجھے اپنے پرائے کا امتیاز نہیں رہا تھا۔ (ہاتھ بڑھا کے) لیجیے یہ کنگھی حاضر ہے"

مولانا۔ (کنگھی کو اپنے ہاتھ میں لے کے اور روشنی میں دیکھ کے) "ایں! یہ تو وہی شہزادی کی کنگھی معلوم ہوتی ہے جو دس بارہ روز ہوئے میرے صندوقچہ میں سے غائب ہو گئی تھی۔ مجھے یہ ضرور معلوم تھا کہ اس کے تکیہ میں کوئی پڑھی ہوئی کنگھی رکھی ہے مگر اس کی خبر نہ تھی کہ یہ وہی کنگھی ہے جو میرے پاس تھی۔ (کنگھی کو شہزادی کی ماں کی طرف بڑھا کے) دیکھنا یہ وہی کنگھی ہے نہ جسے میں تعویذ لکھنے کے لیے شہزادی سے مانگ لے گیا تھا؟"

شہزادی کی ماں۔ (کنگھی پہ غور کر کے) "جی ہاں وہی ہے۔ اوئی تو یہ کوہ قاف میں کیسے پہونچ گئی!"

مولانا: "یہ کسی بڑے زبردست عامل کا کام ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی عامل سے نوبہار پری نے کوئی تعویذ مانگا جس کی مدد سے اپنے اس عاشق کو اس کی آوارگی کی سزا دے۔ اس نے عمل کے لیے کسی حسینہ کی کنگھی یا اس کے سر کے بال مانگے اور نوبہار پری میرے صندوقچہ میں سے چرا کے نکال لے گئی۔ اسی عامل نے اس کنگھی کو پڑھ کے دیا کہ تکیہ میں رکھ دے۔ جس کی وجہ سے یہ شاہزادی پر عاشق ہوا"

شہزادی کی ماں: "ہے ہے! جنوں اور پریوں میں بھی ایسی باتیں ہوتی ہیں!

مولانا صدقے جاؤں اب آپ ہی کی عنایت ہو گی تو میری بچی کی جان بچے گی"

مولانا: "اب کیا ہے؟ تمہاری بیٹی اچھی ہے" یہ کہہ کے انھوں نے اس کنگھی پر سامنے بار بار کچھ پڑھ کے دم کیا۔ جس کے ساتھ ہی شاہزادی کی زبان سے نکلا "السلام علیک"

مولانا: اس کے بعد جو دیکھا تو وہ اچھی خاصی تھی۔

مولانا: "افسوس! یہ جن بخت بغیر اس کے کہ کسی بات کا اقرار کرے میرے

محمد نمیر

لے لو۔ اور

چنگل سے نکل گیا - میرا ارادہ تھا کہ اُسے شیشہ مین بند کر لون گا - یا جلا کے خاک کر دون گا مگر کچھ نہ ہوا - اور وہ موقع پاتے ہی چل دیا۔"

شہزادی کی مان ۔" موا گیا تو گیا - اب آپ کو فکر کا ہے کی ہے - میری شہزادی تو اب اچھی رہے گی؟"

مولانا ۔" شہزادی تو اچھی ہو گئین - اور اب اُنھین وہ کبھی نہ ستائے گا - مگر مین چاہتا تھا کہ اِسی وقت اُس قیامت کا بھی خاتمہ ہو جائے جو حلال نگر مین مچی ہوئی ہے - یہ جتنی حسین عورتین اور دُلھنین ڈولیون اور پینسون مین سے غائب ہوئین اُن سب کو یہی بدمعاش شاہزادہ چھین لے گیا ہے - اگر یہ گرفتار ہو جاتا تو یہ سب باتین جاتی رہتین - افسوس ہاتھ سے نکل گیا۔"

شہزادی کی مان ۔" اے ہوگا بھی۔" یہ کہہ کے وہ مولانا کے قدمون پر گر پڑی - اور بولی ۔" زندگی بھر آپ کی لونڈی رہون گی - بڑے بڑے عامل آئے مگر کسی کا زور نہ چلا - یہ مُوا جن تو ایسا تھا کہ کسی کی سنتا ہی نہ تھا - اسے ٹھیک کیا تو بس آپ نے۔"

مولانا ۔" کیا خاک ٹھیک کیا؟ ایک تمھاری بیٹی بچ گئین - مگر شہر مین جو یہ اُدھم مچا ہوا ہے یہ تو ویسا ہی قائم رہے گا - افسوس اب کوئی تدبیر ایسی بھی نہین کہ اُسے دوبارہ کسی پر فریفتہ کر کے بلایا جائے - کنگھی یا تعویذ کا اب اُس کے سرھانے تک پہونچنا محال ہے۔"

محمد منیر ۔" بس اب تشریف لے چلیے - میرا دم اُلجھ رہا ہے۔"

یہ سنتے ہی شہزادی جو اب پھر آدمی اور رنڈی بن چکی تھی ایک نازو انداز سے مسکرا کے بولی " اے بیٹھیے بھی - (ذرا اور بے تکلف ہو کے) میرے یہان آپ ہی کا دم اُلجھے گا تو پھر کس کا دل لگے گا؟ مین تو اپنے آپے مین نہ تھی - اے امان جان تم نے اِن کی کچھ خاطر تواضع نہین کی؟"

مان ۔" بیٹی مجھے کس بات کا ہوش تھا جو اِن کا خیال رہتا۔"

محمد منیر ۔" مین تو فقط مولانا کے اصرار سے چلا آیا - ورنہ مجھے کہین آنے جانے کی چھٹی"

شہزادی ۔" جی ہان غریبون کے گھر مین آپ کے ایسے رئیس کیون آنے لگے تھے؟ اسی لیے تو مین کہتی ہون کہ

وہ آئیں گھر میں ہماری خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
لیکن اب آپ آئی ہیں تو دو گھڑی بیٹھیے باتیں کیجیے - ہنسیے بولیے - اماں کسی سے میرا پاندان تو منگوا دینا"

ماں "بیٹی یہاں تو بہت سے بیڑے موجود ہیں"

شہزادی "نگوڑے ان پانوں سے مجھے وحشت ہوتی ہے - میرا پاندان منگواؤ - اپنے ہاتھ سے گلوری بنا کے دوں گی" فوراً خادمہ نیچے سے جا کے بی شہزادی جان کا پاندان اُٹھا لائی - جسے کھول کے اُنھوں نے بڑی ہی نزاکت اور نہایت تکلف سے کئی گلوریاں بنا کے تھالی میں رکھیں - اور اُسے ایک ادائے دلستان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے محمد منیر کی طرف بڑھا کے کہا "لو کھاؤ"

محمد منیر "اس وقت پان کھانے کو جی تو نہیں چاہتا - مگر ــــــ"

شہزادی - (بات کاٹ کے) "اے ہاں - میرے ہاتھ کی گلوریاں کیوں بھانے لگیں تھیں"

محمد منیر "تمھیں ایسا ہی خیال ہے تو لو (ایک گلوری کھا کے) کھائے لیتا ہوں"

شہزادی "ایک اور"

محمد منیر "بس میں پان کا زیادہ عادی نہیں ہوں"

شہزادی "میں تو سب گلوریاں کھلا کے چھوڑوں گی"

محمد منیر "یہ تو مجھ سے صبح تک بھی نہ کھائی جائیں گی"

شہزادی "تو پھر صبح تک بیٹھے رہنا - اتنا سمجھ لو کہ یہ سب گلوریاں تمھارے ہی لیے ہیں - اور تمھیں کھانا ہوں گی - چاہے جلدی کھاؤ چاہے دیر میں کھاؤ"

محمد منیر "میں کھا ہی نہیں سکتا" اس جواب پر بی شاہزادی اپنی جگہ سے سرک کے محمد منیر کے پاس جا بیٹھیں - اور ایک گلوری اپنی نازک اُنگلیوں سے اُٹھا کے اور اُس کے منھ کے پاس لیجا کے بولیں "لے کھاؤ - ہمارا ہی لہو پیے جو نہ کھائے" وہ ایک گلوری محمد منیر نے زبردستی کھا لی اور آہستہ سے کہا "بس الگ ہٹ کے بیٹھو - جناب مولانا کے سامنے میں تم سے بات نہیں کر سکتا - تمھیں بزرگوں کا بھی خیال نہیں ؟"

مولانا "محمد منیر - اچھا بی شہزادی نہیں مانتیں تو میں اس کا فیصلہ کیے دیتا ہوں - ان گلوریوں کو لے لو - اور چلو - گھر میں جا کے کھا لینا - اِن کی بھی بات رہ جائے گی - اور تمھاری بھی ضد پوری

محمد منیر "آپ فرماتے ہین تو لیجیے مین لیے لیتا ہون" یہ کہہ کے تھالی کی گلوریان اُٹھا کے ہاتھ مین دبالین اور اُٹھنے کو تھا کہ شہزادی نے اپنے گلے کی بدھی اُتار کے اُس کے گلے مین ڈال دی۔ محمد منیر نے شرما گئے اور گھبرا کے اُس کے اُتارنے کا ارادہ کیا تو بولی "ہماری جان کی قسم اسے نہ اُتارو۔ کم سے کم یہ کہ جب تک یہان ہو پہنے رہو جب باہر جانا اُتار ڈالنا"

اب محمد منیر گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی مولانا بھی اُٹھے۔ مگر شہزادی نے ایک ادا کے ساتھ محمد منیر کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا "جاتے تو ہو مگر وعدہ کرو کہ پھر کب آؤ گے

جاؤ پر قول ہارتے جاؤ ہاتھ پر ہاتھ مارتے جاؤ"

محمد منیر "کچھ سڑن ہوئی ہو؟ مولانا کا بھی کچھ پاس و لحاظ نہین؟ مجھے ایسی بیحیائی کی بے تکلفی نہین اچھی معلوم ہوتی"

مولانا "اچھا انھین اصرار ہے تو کسی دن چلے آنا۔ اس مین کیا مضائقہ ہے؟ (شہزادی سے) بس اب اس وقت جانے دو"

شہزادی "تو آپ ذمہ داری کرتے ہین کہ یہ ضرور آئین گے؟"

مولانا "مین وعدہ کرتا ہون کہ یہ کسی دن دو گھڑی کو ہو جائین گے"

مولانا کے اطمینان دلانے پر شہزادی نے دامن چھوڑا۔ اور محمد منیر کو ساتھ لے کے وہ نیچے اُترے۔ شہزادی کی ماں جو نیچے تک ساتھ آئی تھی رخصت کرتے وقت مولانا سے کہنے لگی "کل مین کہان حضور سے ملون؟ یا آپ ہی یہان تکلیف کرین۔ جہان تک میرے امکان مین ہے آپ کی خدمت مین دریغ نہ کرون گی۔ آپ نے میری بیٹی ہی کو نہین سارے گھر کو مرنے سے جلا لیا"

مولانا "دیکھا جائے گا۔ اب اس وقت اس کا ذکر نہ کرو۔ مین تو (محمد منیر کی طرف اشارہ کر کے) انھین کے مکان پر ٹھہرا ہوا ہون"

شہزادی کی ماں "تو کل صبح کو مین آؤن گی۔ اور شہزادی کو بھی لیتی آؤن گی" محمد منیر کو اس کا اپنے گھر پر آنا کسی طرح منظور نہ تھا مگر شرم و مروت مین اُس کے منھ سے کچھ نہ نکلا اور مولانا نے کہا "اچھا اگر تمھارا جی چاہے تو چلی آنا" یہ کہہ کے دونون باہر نکل کے گاڑی پر سوار ہوئے۔ کوچبان نے لالٹین روشن کین

اور روانہ ہوا۔ گاڑی کے چلتے ہی محمد منیر نے مولانا سے کہا "آپ نے غضب کر دیا کہ اِسے میرے گھر آنے کی اجازت دے دی۔ ابّا جان سنیں گے تو کیا کہیں گے؟ اور سارے شہر میں جو بدنامی ہوگی اُس کا تو ذکر ہی نہیں۔"

مولانا: "وہ آئیں گی تو میرے پاس آئیں گی۔ تم سے کیا تعلق؟ اور کوئی کہے گا تو مجھے کہے گا تمھیں کیوں کہنے لگا تھا؟"

منیر: "مگر میرے مکان پر آنا تو بُرا ہے؟" ساتھ ہی محمد منیر کے دل میں خیال گزرا کہ مرلقا سچ کہتی تھیں۔ مولوی صاحب مجھے شہزادی کے پیچ میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ مولانا سعد اللہ نے کہا "اسی لیے میں تمھارے گھر پر آتے ڈرتا ہوں۔ میرے پاس سو طرح کے آدمی آیا چاہیں۔ کس کس کی روک کروں گا؟ اسی سبب سے کہتا ہوں کہ تمھارے یہاں میرا نباہ نہ ہو سکے گا۔ خیر ہوگا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اب تم میرے عمل کے تو قائل ہو گئے؟"

منیر: "بے شک قائل ہو گیا۔ میں ان باتوں کو محض مکر و فن خیال کرتا تھا مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں اِن سب چیزوں کی اصلیت ہے۔ خصوصاً کنگھی نے تو غضب کر دیا۔"

مولانا: "ابھی تمھیں کیا خبر اس سے بڑے بڑے واقعات پیش آتے ہیں۔"

منیر: "تو مولانا اب کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ شہر سے یہ آفت دُور ہو۔"

مولانا: "افسوس یہ کمبخت ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس وقت اس کی باتوں سے پتہ لگا کہ اور کوئی تدبیر کارگر ہو ہی نہیں سکتی۔ اب نہ میری مٹی کام دے گی اور نہ میرے تعویذوں کا کچھ اثر ہوگا۔ خدا کرے نوبہار پری مجھے ڈھونڈھتی ہوئی آئے۔ اور ضرور آئے گی۔ یہ پھر اپنی وہی حرکتیں شروع کرے گا۔ اور وہ اِس کا زور توڑنے کے لیے میرے پاس آئے گی۔"

انھیں باتوں میں گاڑی محمد منیر کے دروازے پر پہونچی دونوں اُتر کے گھر میں گئے۔ اور تھوڑی دیر باتیں کرتے رہنے کے بعد اپنے اپنے پلنگوں پر لیٹ کے سو گئے۔ محمد منیر کو ساری رات خواب پریشان دیکھتے گزری۔ کبھی معلوم ہوتا کہ شہزادی اُس کے گلے میں اپنے گیسوؤں کا پھندا بنا کے ڈال رہی ہے۔ اور کبھی نظر آتا کہ مہ لقا غضب ناک تیوروں سے کہہ رہی ہے "کیوں یہی شرط وفا ہے؟"

چھٹا باب

مہ لقا کا جہاد

اُفقِ مشرق کسی لیلا اساس نمکین اور سانولی معشوقہ کی طرح مسکرایا۔ ساتھ ہی مرغِ سحر نے بانگ دے کے گویا ظاہر کیا کہ مین سوتا نہین بلکہ اس ادائے ناز سے لطف اُٹھانے کے لیے جاگ رہا ہون۔ اُس کی صدائے شوق نے تمام مرغان اولی الاجنحہ کو جگادیا۔ اور سب نے اپنی قدرتی خانقاہون (گھونسلون) مین بیٹھے بیٹھے نغمہ خیز سُرون اور مغنیِ ازل کی سکھائی ہوئی لَے مین صبح کی روشن چوکی بجانا شروع کی۔ اس ہنگامے مین شیخ و برہمن بھی جاگے اور قیامت یہ ہوئی کہ شب وصال کے ستائے پیارے مہمانانِ شب بھی جاگ پڑے۔ اور صبح قیامت کے خوف سے سہمے ہوئے عشاق کو اُن کے دلِ حسرت زدہ کے حوالے کرکے تارون کی چھاؤن ہی مین اپنے گھر نکل

اس وقت ہمارے مہربان مولوی سعد اللہ نے کلبلا کے آنکھ کھولی۔ اور ریش دراز پر ہاتھ پھیرتے اور کلمہ پڑھتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ محمد منیر کو بھی جگایا جو اُن کے برابر والے کمرے مین غافل سو رہا تھا۔ دونون نے اُٹھ کے جھٹ پٹ وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ جس کے بعد مولانا وظیفہ مین مصروف ہوئے۔ اور محمد منیر نے تلاوت قرآن کی۔ دو پارے ختم کرکے دیکھا تو ابھی تک مولانا اپنے اوراد و وظائف مین مشغول تھے۔ جاکے میز کے پاس بیٹھ گیا اور محمود سے پکار کے کہا "چاء اور ناشتہ جلد ہی تیار کرو۔" خدمت گار کو یہ حکم دے کے منیر رات کے واقعات پر غور کرنے لگا۔ شہزادی پر جنون کے شاہزادے کا آنا۔ اُس کا شہزادی کی کنگھی پیش کرنا۔ مولانا کے عمل سے آناً فاناً مین اُس کا مرضِ عشق سے نجات پانا۔ اور شہزادی کا دم بھر مین اچھا ہو جانا۔ ایسی باتین تھین جو اُس کے خیال سے کسی طرح اُترتی ہی نہ تھین۔ یقین تھا کہ یہ واقعات بالکل سچ ہین۔ اور جو لوگ ان سے انکار کرتے ہین یا تو جاہل ہین اور یا متعصب جو جان بوجھ کے ایک بدیہی معاملہ مین شک کرتے ہین۔ اُسے اس کا بھی قطعی یقین ہو گیا کہ شہر مین جو ہنگامہ مچا ہوا ہے یہ صرف جنی شاہزادۂ عباس کی بداعمالیون اور شہوت پرستیون کا نتیجہ ہے جس کا

دفعیہ اگر ہو سکتا ہے تو صرف جناب مولانا سعد اللہ صاحب کے اُن تصرفات سے جو اُنھیں عالم اجنہ میں حاصل ہیں۔ اُس کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ خدا کرے تو بہار پری پھر کسی سر پر آکے مولانا سے ملے۔ اور اُس کی امداد سے وہ شاہزادہ عباس کو گرفتار کر لیں۔ بس اسی طرح شہر کو اس عذاب سے نجات ملے گی۔ اسی سلسلہ میں اُسے شہزادی کا خیال آیا۔ اُس کی دلفریب صورت۔ اور بد ہوشی میں اُس کی دلربایانہ ادائیں جو اُس کے دل پر بے اثر کیسے نہیں رہی تھیں۔ شہزادی نے اُس کے ساتھ دلی محبت اور شیفتگی کا جو اظہار کیا تھا اُسے یاد کر کے وہ دل میں ڈر گیا۔ اور اپنے دل ہی کو پوچھنے لگا "کیا وہ سچ مچ مجھ پر فریفتہ اور میری شیدا ہے؟ اور پھر اس شرارت سے کہ آپے سے باہر ہوئی جاتی ہے؟ اپنے پرائے کا خیال نہیں؟ اپنے ماں اور بھائی کے سامنے اور مولانا کے ایسے مقدس و محترم بزرگ کی موجودگی میں اُس کی یہ بیباکیاں کہ مجھے زبردستی گلوریاں کھلائیں اپنے گلے سے بدھی اُتار کے میرے گلے میں ڈال دی۔ بغیر دوبارہ آنے کا اقرار لیے اُسنے نہ دیا معمولی تعلق خاطر کی وجہ سے نہیں ہو سکتیں۔ حسین عورتوں میں ہزار بیحیائی و بے شرمی ہو تھوڑی بہت خودداری ضرور ہوا کرتی ہے۔ مگر میری صورت دیکھ کے اُسے اپنا حسن و جمال اور اپنی زیبائی و رعنائی یاد ہی نہیں رہی! یقیناً مجھ سے اُسے اُلفت ہے۔ جس کا کچھ کچھ اثر میں اپنے دل میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ مگر تعجب یہ ہے کہ مولانا نے اُس کی اِن حرکتوں کو دیکھا اور سانس نہ لی! وہ میرے اُستاد اور باپ کے برابر ہیں۔ اگر مجھے ایسی صحبت میں لے گئے تھے تو اُن کا فرض تھا کہ شہزادی کو ایسی حرکتوں سے روکتے اور ڈانٹ دیتے۔ مگر دم نہ مارا۔ اور مجھ پر جو تعجب نہیں آتی لیکن خاموش بیٹھے دیکھا کیے! کیا میرا کا خیال سچ ہے کہ وہ مجھے شہزادی کے پھندے میں پھنسانا چاہتے ہیں؟ مگر مجھے اپنے عابد و زاہد اُستاد پر ایسی بدگمانی نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے شہزادی نے اپنے دل کی بیتابی سے سب کا لحاظ اُٹھا دیا۔ اور مولانا نے اخلاقی کمزوری اور مروت سے جو پرائے تو لوگوں کا خاصہ ہے کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا"

اس نتیجہ پر پہونچنے کے ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ شہزادی اور اسکی ماں ملکہ دم بھر میں یہاں آموجود ہوں گی۔ اُس وقت میں کیا کروں گا؟ شہزادی نے ویسی ہی کوئی حرکت یہاں بھی کی تو پھر میں گھر میں کسی کو منھ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اور سب سے

بڑی قیامت یہ ہوگی کہ مہ لقا کو خبر ہو جائے گی۔ اور وہ پھر اس کی بھی روادار نہ ہوگی کہ مین اُس کے پاس کھڑا ہون۔ کیا کرون؟ کوئی بات بنائے نہین بنتی۔ نہ ملون تو نہایت کج خلقی اور بے حمیتی ہے اور ملتا ہون تو آفت مین پھنستا ہون۔

اس تردد مین تھا کہ مولانا سعد اللہ وظیفہ سے فراغت کرکے پاس آ بیٹھے اور بولے "کس سوچ مین ہو؟"

منیر۔ "رات کے تمام واقعات تو ہئی ہین مگر مولانا شہزادی نے جو حرکتین میرے ساتھ کی ہین وہ کسی طرح نہین بھولتین۔ مین آج تک اس کوچہ سے نابلد رہا۔ زندگی مین یہ پہلا موقع تھا کہ آپ کے ساتھ ایک رنڈی کے گھر چلا گیا۔ اور اُس نے کچھ ایسی باتین کین کہ عجب پریشانی مین پڑا ہوا ہون۔"

مولانا۔ (ایک قہقہہ لگا کے) "تم ابھی بالکل بچے ہو۔ رنڈیون کی یہ معمولی حرکتین ہین۔ اُن کا پیشہ یہی ہے۔ تم کو خوبصورت نوخیز اور شہر کا سب سے بڑا رئیس زادہ دیکھ کے اُس نے چاہا کہ اپنے پھندے مین گرفتار کرے اور تم حماقت و بے عقلی سے گرفتار ہو گئے۔"

منیر۔ "مگر آپ بھی تو کچھ نہ بولے! مین سمجھتا تھا کہ آپ اُسے ان بیہودگیون سے روکین گے لیکن آپ نے پروا بھی نہ کی۔"

مولانا۔ "مجھے کیا خبر تھی کہ تم ایسے بھولے بھالے اور نادان ہو۔ مین نے خیال کیا کہ یہ تو رنڈیون کی تیرے پاس رہتے - اور تم پر اِن کا کچھ اثر نہ ہوگا۔"

منیر۔ "خیر وہ ہونا تھا سو ہوا اب اس وقت جو وہ یہان آکے نازل ہوگی اس کا مین کیا علاج کرون؟"

مولانا۔ (متحیر ہو کے) "کیا علاج کرون! خوب! کوئی چوہے کا بل ڈھونڈ رکھو۔"

اب محمد و نے لاکے میز پر چادر بچھائی۔ چا۔ انڈے۔ توسٹ۔ بسکٹ۔ کیک شیرمالین۔ کباب۔ مکھن۔ اور مٹھائی لاکے چن دی۔ اور مولانا نے قبل اس کے کہ محمدو ان سب چیزون کو لگا چکے ہاتھ بڑھا کے مٹھائی کی پلیٹ اپنے سامنے رکھ لی۔ اور ایک بڑی کی لوز منھ مین رکھ کے کہا "بھلا ایسی بازاری عورتون سے کوئی ڈرتا ہے؟ اجی اخلاق سے ملنا۔ اور جیسی مکاری اور ریاکاری کی باتین وہ کرے تم بھی کرنا۔"

منیر۔ (شیرمال کا ایک نوالہ کھا کے) "تو آپ کو کیا یقین ہے کہ رات کو جو اُس نے میرے

ساتھ دلی تعلق کا اظہار کیا یہ اُس کی مکاری تھی؟" یہ کہہ کے نوالہ منھ میں رکھ لیا۔

مولانا۔ (ایک بالوشاہی کھا کے) "مکاری نہیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ سچ مچ تم پر عاشق ہو گئی؟ کیسے نادان ہو؟"

منیر۔ (نیم پخت انڈے پر نمک مرچ چھڑکتے ہوئے) "ہاں میں تو اسے مکر و فریب نہیں سمجھا تھا۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر میں اُس کا مقابلہ نہ کر سکوں گا۔"

مولانا۔ (مٹھائی سے ہاتھ روک لیا اور اُس کے چہرے پر نظر جما کے) "کیوں؟"

منیر۔ "اس لیے کہ وہ مکر و فن میں طاق ہے اور مجھے یہ فن آتا نہیں۔ میرا دل کھلا ہوا ہے۔ مجھے یہ نہیں آتا کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔ اور اگر اس کی کوشش بھی کروں تو میرے چشم و ابرو زبان کی چغلی کھائیں گے۔" یہ کہہ کے ایک انڈا ختم کیا اور چاء کی کئی گھونٹ پیے۔

مولانا۔ (ہنس کے) "اگر تمھارا یہی حال ہے تو خدا ہی حافظ ہے۔" اتنے میں محمود نے آ کے اطلاع دی کہ "ملکہ طوائف آئی ہے۔ اور مولانا سے ملنا چاہتی ہے۔"

منیر۔ (گھبرا کے) "لیجیے غضب ہو گیا! اب کیا ہوگا؟ کیوں محمود۔ وہ اکیلی ہے یا اُس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

محمود۔ "خداوند۔ ایک اور رنڈی بھی ساتھ ہے۔ شاید اُس کی بیٹی ہوگی۔"

منیر۔ "تو مولانا میں گھر میں جاتا ہوں۔ آپ اُس سے مل لیجیے۔"

مولانا۔ "لاحول ولا قوۃ! میں تمھیں اس قدر دل کا بودا ہرگز نہیں جانتا تھا۔ اچھی طرح بیٹھے رہو۔ اور اُس کی باتوں کا ذرا بھی خیال نہ کرو۔ دو گھڑی بیٹھ کے چلی جائے گی۔"

آخر محمود حسب اجازت لینے کو گیا۔ اور ساتھ لے کے واپس آیا۔ دونوں نے خیال سے اور سلام کیا۔ اور قریب کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ محمد منیر نے شرما شرمی کہا "آیئے۔"

ملکہ۔ "آپ نوش فرمائیں۔"

شہزادی۔ (بے تکلفی کی ادا سے) "مگر میں تو پیوں گی" یہ کہہ کے اپنی پیالی بنائی۔ مگر منیر کو ایک ٹھوکا لگا۔ اور منیر کے آگے جو آدھی شیر مال باقی تھی اُسے اُٹھا کے کھانا شروع کیا۔ منیر نہایت ہی جز بز تھا۔ اندر ہی اندر دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کبھی تو دُور سے کی دیکھتا اور پھر نظر نیچی کر لیتا۔ آخر دل پہ جبر کر کے محمود سے کہا "ارے اب خدا کے لیے سبز دوڑ کے چاء کی پیالی لایا۔ اور بی شہزادی کے سامنے رکھ دی۔

شوخ وبیباک عورت تھی منیر کی یہ وضع دیکھ سکے کہ نہ میری طرف نظر اُٹھاتا ہے اور نہ کچھ
بات چیت کرتا ہے ایک شوخی کی ادا سے اپنی پیالی منیر کے سامنے رکھدی اور اُس کی پیالی جس مین
سے وہ چوتھائی کے قریب پی چکا تھا اپنے آگے رکھ لی۔ اور مسکرا کے کہا "مرد دوستی بڑھانے
کے لیے ٹوپیان اور پگڑیان بدلتے ہین۔ عورتین ڈوپٹے بدلتی ہین۔ آؤ ہم تم چار کی پیالیان ملٹتین"

منیر "اجی یہ کیا کرتی ہو؟ لاؤ میری پیالی لاؤ۔ مین اُس مین سے پی چکا ہون"
شہزادی "پی چکا کرو۔ مین تمھاری جان کی قسم نہ دون گی" اس جواب پر محمد منیر سے سوا
خاموش ہو رہنے کے کوئی بات نہ بن پڑی۔

مولانا۔ (ملکہ سے) "کہو رات کو تو شہزادی اچھی رہین؟ پھر کسی بات کا شُبہ تو نہین ہوا؟"
ملکہ "حضور کی جوتیون کے صدقہ مین کوئی نئی بات نہین ہوئی۔ رات بھر آرام سے سوئین۔ آسکے
وہ مونڈی کاٹا گیا اب کیا آئے گا؟"

مولانا "اور آئے تو مجھے فوراً بلوانا۔ مجھے اُس کی تلاش ہے"
ملکہ "اسے خدا نہ کرے کہ وہ موا پھر آئے! مگر حضرت آپ کو میری وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی جب
یاد آتا ہے نادم ہو جاتی ہون۔ لونڈی آج کل خدمت کے قابل نہین ہے۔ مگر دروپیون کی ایک
پوٹلی میز پر رکھ کے) ان ہزار سو روپیون کو حضور قبول کر لین تو سمجھون گی کہ مین بڑی خوش نصیب ہون"
مولانا "اس کی ضرورت تو نہ تھی مگر اب تمھین اصرار ہے تو لاؤ۔ مین لیے لیتا ہون" یہ کہہ کے
توزندہ یہ پوٹلی اُٹھا کے عبا کی جیب مین رکھ لی۔ اور جیب کو اُٹھا کے زانو کے نیچے دبا لیا جس کی
منیر "خیر دہ وجہ سے ایک کنارہ دبا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن خرابی یہ تھی کہ بار بار جیب روپیون کے
علاج کر دین؟" بوجھ سے لٹک پڑتی اور انھین گھبرا کے پھر اُٹھا کے زانو کے نیچے دبانا پڑتا۔
مولانا۔ (متحیر ہو کے) "اب کھانا بھی چکھو گی یا نہین بیٹھی کھیلا کرو گی؟ مجھے آج جلدی ہے
بات کرنا ہے۔ وہان کوئی بیٹھا نہین ہے جو کسی کام مین میرا ہاتھ بٹائے گا
اب محمد ونے لا
شیر مالین۔ کباب۔ مچھلی
اماں ہمیشہ جلدی پڑ جایا کرتی ہے۔ مین تو جب اچھی طرح
ان سب چیزون کو لگا چکے،
کی لوز منھ مین رکھ کے کہا "لواؤ مگر تم بھی تو کھاتے جاؤ۔ ہاتھ روکنے کی سند نہین ہے"
ملنا۔ اور جیسی مکاری اور رر
منیر۔ ذ شیر مال کا ایک نوالہ سے بیٹھا ہوا ہون"

شہزادی "میرے لیے بیٹھے ہو تو برابر کھاتے بھی رہو۔ نہیں تو پھر میں اپنے ہاتھ سے زبردستی کھلانا شروع کروں گی"

یہ سن کے منیر دل میں ڈرا کہ کہیں اس نے مجھے لقمے بنا بنا کے دینا شروع کیے تو غضب ہو جائے گا۔ نہ مجھ سے یہ ہو سکے گا کہ انکار کروں۔ اور نہ کھاتے بنے گی۔ دل پر جبر کر کے کھانے لگا اور محمود سے کہا "اور جو کچھ ہو لے آؤ"

محمود "حضور حکم ہو تو بازار سے منگواؤں"

ملکہ "اے نہیں بازار سے منگوا کے کیا کیجیے گا۔ یہ تو بڑی ہو گئی ہے۔ کیسی مرجھکون کی طرح گری ہے جیسے کبھی کھانا دیکھا تھوڑے ہی تھا؟"

شہزادی "اماں جان بعضے آدمیوں کی صورت دیکھ کے بھوک پیاس جاتی رہتی ہے مگر مجھے اُن کی صورت دیکھ کے بھوک لگ آتی ہے"

ملکہ "اے تو اب کھا چکو گی یا نگلے ہی جاؤ گی؟"

شہزادی۔ (منھ تھوتھا کے) "واہ! انھیں میرا کھانا بھی کھلنے لگا! میں تو جب تک جی چاہے گا کھائے جاؤں گی۔ (منیر سے) دیکھو پھر تمھارا ہاتھ رکا۔ (ایک نوالہ بنا کے) تم یوں نہ مانوگے لو کھاؤ" منیر کو اس وقت نہایت ہی عاجز و پریشان دیکھ کے مولانا نے کہا "شہزادی بس اب زیادہ نہ ستاؤ۔ تم زیادہ چھیڑو گی تو منیر خفا ہو جائیں گے"

شہزادی "ادئی! یہ میں چھیڑ رہی ہوں؟ اب آپ ہی کو میرا کھانا نہیں منظور ہے تو (ہاتھ روک کے) لیجیے نہ سہی۔ (محمود سے) لو دسترخوان بڑھاؤ"

مولانا "حقیقت میں تم بڑی شوخ ہو۔ منیر کچھ تو اپنا گھر ہونے کے خیال سے اور کچھ میرے حجاب سے جو نہیں بولتے تو تم انھیں بالکل دبائے لیتی ہو؟"

شہزادی "اب آپ بھی مجھے الزام دینے لگیں تو کیا عرض کروں؟ مگر (منیر کو ایک ٹھوکا دے کے) میں آپ سے پوچھتی ہوں

کیا زبان آوری حضور سے کی؟ بات بھی میں نے کی تو دور سے کی"

منیر۔ (مسکرا کے) "تم نے کچھ نہیں کیا اور پھر سب کچھ کر لیا۔ مگر اب خدا کے لیے مجھے معاف کرو"

شہزادی "اے لو اور سنو۔ ایسے خفا ہو گئے؟ اے مجھے خود مولانا کے سامنے کچھ

کہتے شرم آتی ہے۔ بات دل مین آتی ہے مگر زبان تک نہین آسکتی۔ (منیر سے خطاب کرکے)

محرم نہین ہے توہی نواہای راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

ملکہ۔" بس اب باتین ہوچکین۔ ہاتھ دھوؤ اور اُٹھو چلو"۔ (محمود نے تشت لاکے مولانا سعد اللہ شہزادی اور منیر کے ہاتھ دھلائے) اور شہزادی نے ہاتھ منھ پونچھ کے اپنی مان سے کہا "مین تو جب چلون گی جب یہ (محمد منیر کی طرف کنکھیون سے دیکھ کے) مجھے اجازت دین گے"۔

ملکہ۔ (منیر سے) "حضور آپ اپنی زبان سے کہہ دین تب یہ جائے گی"۔

منیر۔ "مین کیونکر کہون کہ چلی جاؤ؟"

شہزادی۔" تو پھر مین نہین جاتی۔ مین تو اب انھین کے ساتھ ہون۔

ساتھ ہین آپ کے سائے کی طرح
ہم بھی جائین گے جہان جائیے گا"

ملکہ۔ (مولانا سے) "حضرات آپ ہی کہہ دیجیے کہ یہ اجازت دین۔ شہزادی کی تو عادت ہے کہ بات بات مین نخرے نکالا کرتی ہے"۔

مولانا۔" بھئی محمد منیر۔ تم ہی اتنی بداخلاقی گوارا کرو کہ اپنی زبان سے کہہ دو "جاؤ"۔

منیر۔" آپ کے فرمانے مین مجھے عذر نہین۔ (شہزادی کی طرف نیچی نظرون سے دیکھ کے) "جاؤ"

شہزادی۔ (مولانا سے) "حضور آپ نے جانے کی اجازت دلوائی ہے تو ان سے اس بات کا وعدہ بھی لے لیجیے کہ میرے یہان کب آئین گے؟"

شہزادی کے یہ الفاظ سن کے محمد منیر دل مین ڈر گیا۔ مگر اپنے آپ کو سنبھال کے کہا "اس کا مین وعدہ نہین کر سکتا۔ مجھے اپنے کامون سے فرصت ہی نہین ہوتی کہ کہین آون جاون"۔

شہزادی۔ "اور مین بے وعدہ لیے ٹلنے کی نہین۔ امان جان تمھین دیر ہوتی ہے جاؤ۔ مین پھر چلی آؤن گی"۔ ان دونون بازاری عورتون کا پاس بیٹھنا منیر کے دل پر اتنا بڑا بار تھا کہ اس کے لیے شہزادی کے اس جملے سے بڑی کوئی دھمکی نہ ہو سکتی تھی۔ دل مین کہنے لگا بڑا غضب ہوا۔ یہ ظالم ٹالے نہین ٹلتی۔ بلا سے جان ہو گئے میرے پیچھے پڑی ہے۔ ساعت بہ ساعت اس کے حسن و جمال اور اس کی دلستان اداؤن کے اثر سے میرا دل کمزوریان دکھاتا جاتا ہے اور یہ میرے دل و دماغ پر چھائی جاتی ہے۔ کمال بے اختیاری سے مولوی صاحب کی طرف دیکھ کے کہنے لگا "مولانا ان سے

فرمادیجیے کہ اس بارے مین مجھے مجبور نہ کرین۔ مین کبھی آجاؤن گا مگر وعدہ نہین کر سکتا کہ کب اور کس دن"

شہزادی "اچھا تو وعدہ کرو کہ آؤ گے ضرور"

منیر "ہان ہان کہہ تو دیا کہ ضرور آؤن گا"

شہزادی "تو میرے سر کی قسم کھاؤ"

منیر۔ (بہت ہی شرماکے) "تمھارے سر کی قسم آؤن گا"

شہزادی۔ (ہاتھ بڑھاکے) "ہاتھ پر ہاتھ مارو" منیر نے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور شہزادی نے اُٹھ کے اداے مستانہ سے ایک انگڑائی لی۔ اور بولی "جی تو نہین چاہتا مگر کیا کرین مجبور ہیت جاتے ہین۔ خدا حافظ"

اُس کی مان ملکہ بھی اُٹھی۔ مگر جاتے جاتے خود بخود مولانا سے کہا "حضرت! شہزادی کے اچھے ہونے کی خوشی مین آج میرے یہان رت جگا ہے۔ اتنی تمنا ہے کہ دو گھڑی کے لیے آپ ضرور چلے آئین"

مولانا "میرا تو ارادہ تھا کہ آج ہی حرام پور چلا جاؤن"

ملکہ "حضرت آپ نہ ہوئے تو مجھے بڑا ملال ہو گا۔ جس طرح بنے آپ کو ضرور تکلیف کرنا ہو گی"

مولانا "خیر آج کا جانا ملتوی کر دون گا"

اس کے بعد ملکہ نے منیر کی طرف رخ کیا۔ اور ہاتھ جوڑ کے کہنے لگی "حضور کے آنے سے میری عزت ہو جائے گی۔ مین جانتی ہون کہ آپ کو فرصت نہین۔ مگر دو گھڑی کے لیے لونڈی کے حال پر ضرور کرم فرمائیے گا"

منیر "مین کوشش کرون گا مگر مجھ سے وعدہ نہ لو"

ملکہ "لونڈی تو حضور سے وعدہ لے کے جائے گی۔ خدا نے مجھے مدت کے بعد خوشی کا دن دکھایا ہے۔ بے وعدہ لیے نہ جاؤن گی" یہ کہہ کے زیادہ عاجزی اور لجاجت کرنے لگی

مولانا "کیا مضائقہ ہے؟ کھڑے کھڑے ہو آنا۔ اور تم نہ چلو گے تو مین کیسے جاؤن گا؟ تمھاری ہی گاڑی پر جایا چاہتا ہون"

منیر "تو کون مشکل ہے؟ آپ گاڑی کو شوق سے لے جائین"

مولانا:۔ "نہین جی۔ اتنی کج ادائی نہ کرنی چاہیے۔ (ملکہ سے) تم مایوس نہ ہو، مین وعدہ کرتا ہون کہ انھین اپنے ساتھ لیتا آؤن گا"

شہزادی:۔ "مگر آپ کے اِس آنے کا مجھ پر احسان نہ ہوگا" اور قبل اس کے کہ منیر کچھ جواب دے جھک کے اپنی ماں کے ساتھ چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد منیر نے مولوی صاحب کی طرف دیکھ کے کہا "آپ اِس کی حرکتین دیکھتے ہین؟ کتنی بڑی شریر ہے"

مولانا:۔ "سن بھی شرارت کا ہے اور پیشہ بھی شرارت کا۔ مگر تم اُس کے سامنے خواہ مخواہ کو ایسے شرمائے جاتے ہو کہ تمھاری وجہ سے بار بار مجھے نادم ہونا پڑتا ہے"

"مولانا آپ جو چاہین فرمائین۔ مگر مجھ سے نہ تو بیحیائی ہو سکے گی اور نہ دنیا سازی ہو گی۔ اسی لیے مین اِن لوگون کی صحبت سے بھاگتا ہون۔ آپ کی وجہ سے دو بار سامنا ہو چکا ہے۔ اور دیکھیے پھر کے دفعہ ملنا پڑتا ہے۔ رات کو پھر آپ زبردستی لیجائین گے۔ اس کے بعد پھر ایک بار مجھے اپنا قول پورا کرنے کو جانا پڑے گا۔ بس یونہین دو چار بار کی ملاقات مین فیصلہ ہو جائے گا۔ اور مین اس قابل نہ رہون گا کہ اُس کے پھندے سے چھوٹون"

مولانا۔ (متحیر ہو کے) "تم اس کا الزام مجھے دیتے ہو! استغفراللہ! مین تو جہان تک بنے گا تمھین اچھے ہی راستہ پر لگاؤن گا۔ کہین تم نے یہ کسی اور کے سامنے کہہ دیا تو وہ کیا کہے گا؟ خیر آج تو مین وعدہ کر چکا ہون۔ مگر پھر کبھی تمھین کہین نہ لے جاؤن گا۔ تم جانو اور تمھارا کام جانے۔ مجھ سے کہو تو مین تمھارے یہان آنا بھی چھوڑ دون۔ پھر تو کوئی شکایت نہ رہے گی؟"

منیر:۔ "میرا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ میری خرابی کے درپے ہین۔ اپنے اُستاد کی نسبت کون نالائق ایسا خیال کرے گا؟ ہان اتنا ضرور عرض کیا تھا کہ آپ کے ساتھ جانے کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی۔ اگر اس کو بھی آپ گستاخی خیال کرتے ہین تو میرا قصور معاف فرمایئے۔ اور پھر کبھی ایسی خطا نہ ہوگی"

مولانا:۔ "خطا اور قصور کچھ نہین۔ مگر سمجھ کے بات زبان سے نکالا کرو۔ تمھین ابھی دنیا مین بڑی بڑی مشکلون کا سامنا کرنا ہے۔ اور بڑے بڑے جھگڑون مین پڑنا ہے" اتنے مین دس بجے۔ اور منیر نے کہا "اب مولانا مجھے اپنے خانگی دفتر کا کام دیکھنا ہے۔ اجازت ہو تو دو گھنٹہ کے لیے دفتر ہو آؤن۔ بارہ بجے ہم آپ ساتھ کھانا کھائینگے"

مولانا:۔ "اچھا جب تک مین بھی شہر مین اپنے بعض دوستون سے مل آؤن۔ اب

اب آج جانا تو رہ گیا" ... قت متحیر و متعجب تھی۔ مگر جب
منیر" تو گاڑی منگوا لیجئے" ... ن کرنا شروع کیا تو اُس کے
مولانا" ہاں گاڑی منگوا دو۔ میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گا" کہہ کے عمامے کے سرخ سرخ
باندھنے لگے اور منیر گاڑی کا حکم دے کے دفتر میں گیا جو اسی مکان کے ... اور پیشانی کے
ساڑھے گیارہ بجے مولانا سعد اللہ صاحب شہر کا چکر لگا کے واپس ہو وارد ہو رہے
تھوڑی ہی دیر انتظار کیا تھا کہ محمد منیر بھی دفتر کا کام جلدی جلدی ختم کر ... اور اسی
محمود کو حکم دیا کہ جلدی کھانا لاؤ" دم بھر میں میز پر دسترخوان چن دیا گیا۔ اور منیر
عجلت تھی کہ پندرہ ہی منٹ میں کھانے سے فارغ ہو کے اُٹھ کھڑا ہوا اور مولانا
کہا "معاف فرمائیے۔ مجھے ایک نہایت ہی ضروری کام کے لئے باہر جانا ہے۔ مجھ سے جہاں تک
ممکن ہو گا جلد واپس آؤں گا۔ گاڑی کا حکم پہلے ہی دے چکا تھا۔ ہاتھ دھو رہا تھا کہ
احمد خان نے آ کے کہا "گاڑی حاضر ہے"
محمد منیر" تو میں بھی چلا۔ یہ کہتے ہی توشہ خانے میں جا کے نہایت ہی پرتکلف اور
موزوں لباس پہن کے ہیلو کا عطر چنبیلی لگایا۔ اور لپک کے گاڑی پر بیٹھ کے حکم دیا کہ
"بھائی افتخار حسین کے مکان پر چلو" گاڑی دم بھر میں پہنچ گئی۔ اور حسب
سابق اُن کے کمرے میں میز کے پاس بیٹھ کے تاریخ کی جلد نکال کے اُلٹنے لگا۔ اور چمن
کو بلا کے حکم دیا کہ "ذری حشمت سے جا کے کہہ دو کہ دو ایک گلوریاں دے جائے" چمن کے
جانے کے بعد دل میں کہنے لگا "میں نے کل شام کو کہلا بھیجا تھا کہ آج دوپہر کو آؤں گا۔
سو لقا میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ مگر مجھے ذرا دیر ہو گئی ہے۔ اب دیکھوں آج شہزادی اور
مولانا کے حالات سن کے وہ کیا کہتی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ شہزادی کے واقعات
سن کے وہ بہت ہی افروختہ ہو گی مگر میں اُس سے کسی بات کو نہ چھپاؤں گا۔ جو کچھ گزری
ہے بلا کم و کاست بیان کر دوں گا۔ آج کی باتوں کا اُس پر بڑا اثر پڑے گا اور یقین ہے
کہ اب تو وہ بھی تحمل اور معاصرات کی قائل ہو جائے گی" انہیں خیالات میں تھا کہ کان میں
آواز آئی "حضور آج تو آپ نے بڑا انتظار کرایا؟" نظر اُٹھا کے دیکھا تو حشمت سامنے
کھڑی مسکرا رہی تھی۔ جواب دیا "ہاں مجھے دیر ہو گئی۔ مگر کیا کہوں مجبور تھا۔ خالہ جان
ابھی تو تمہارے ساتھ تھیں؟"

مولانا "نہین ...
کرتا ہون۔
... ظہر کے نماز پڑھتی ہین اور کوئی چار بجتے بجتے

... کر دی ؟"
... بر کرکے آئی ہون۔ آتی ہی ہون گی۔ مین تو باہر کی
... ادھر کا دروازہ کھلنے کا کسی کو گمان نہ ہو۔ آپ جھٹ
... کے اندر کے دروازے کی سِٹکنی کھول دیجیے۔" یہ کہہ کے
... را اُٹھ کے کمرے کے دروازے بند کر لیے اور اندرونی دروازے
... سے انتظار کی بھول بھلیون مین زیادہ بھٹکنا نہین پڑا۔
سِٹکنی کھول ... تھا کہ دروازہ آہستہ آہستہ کھلا۔ اور مہ لقا کا رخ زیبا برآمد ہوا
آج اُس نے اِس کمرے مین آتے ہی زنانے کا دروازہ بند کر لیا۔ اور مسکراتی ہوئی
آ کے منیر کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن منیر اب تک مبہوت و از خود رفتہ تھا۔
اور اُس کی حسن عالم آرا سے اُسی طرح لطف اُٹھا رہا تھا جس طرح کوئی شاعر کسی خیالی
مسرت مین محو ہو کے ساری دنیا بلکہ اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے۔ آخر مہ لقا ہی نے
خموشی کا قفل توڑ کے کہا "مین بے فکری سے بیٹھنے کو یہان نہین آئی ہون۔ تھوڑا سا
وقت ملا ہے تو غنیمت سمجھو اور اس کی قدر کرو۔"
منیر۔ "ہان یہی چاہتا ہون کہ اس خوش نصیبی کی گھڑی کی قدر کرون مگر سمجھ مین نہین
آتا کہ کیونکر قدر کرون ؟"
مہ لقا۔ (خاصدان سے گلوری دے کے) "ذرا پان کھالو تو حواس ٹھکانے ہو جائینگے
خیر اب بتاؤ کہ شہزادی کے سر پر وہ مُوا جن آیا ؟"
منیر۔ "ہان آیا۔ اور اس طرح آیا کہ مین تو اپنے اُستاد کے کمال کا قائل ہو گیا۔" یہ کہہ کے
حال بیان کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑا ہی کہنے پایا تھا کہ مہ لقا نے کہا "خبردار کوئی بات
چھوٹنے نہ پائے۔" منیر نے کہا "مین خود ہی چاہتا ہون کہ جو کچھ گزری ہے تمام و کمال
بیان کر دون۔" اور پھر بیان کا سلسلہ شروع کر دیا۔
مہ لقا اُس کے بیان کو نہایت توجہ اور غور و فکر سے سُن رہی تھی۔ ہر لفظ اُس کے
خوبصورت چہرے پر نیا اثر ڈالتا اور ہر واقعہ اُس کے دل مین نئے جذبات پیدا کرتا تھا

ابتداءً وہ عمل اور شاہزادی کی بیٹھک کے حالات سُنتے وقت متحیر و متعجب تھی۔ مگر جب منیر نے شہزادی کی لگاوٹ بازیاں اور مولانا کا طرزِ عمل بیان کرنا شروع کیا تو اُس کے دل میں رقابت کی آگ مشتعل ہونا شروع ہوئی جس کے شعلے اُس کے تمتماتے ہوئے سرخ سرخ رخساروں۔ شعلہ بار آنکھوں۔ خشک ہونٹھوں۔ چینِ آبروِ جبینِ ناز۔ اور پیشانی کے گرم پسینے سے (جسے وہ بار بار اپنے ریشمی رومال سے پونچھتی جاتی تھی) نمودار ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ منیر نے اپنی داستان ختم کی اور پورا آموختہ سُنا چکا۔ اب ذرا سی فکر کے بعد مہ لقا نے پوچھا "کوئی بات رہ تو نہیں گئی؟"

منیر "میں تو سمجھتا ہوں کہ میں نے سب بیان کر دیا۔ کوئی اور بات نہیں یاد آتی۔"

مہ لقا "تمھارے مولوی صاحب نے تم ہی سے کہا تھا کہ خود انھیں نے نوبہار کو کنگھی دی تھی؟"

منیر "بے شک کہا تھا۔"

مہ لقا "مگر شاہزادی کے وہاں اُنھوں نے ظاہر کیا کہ اُنھیں خبر نہیں وہ کنگھی کیونکر شاہزادہ عباس کے تکیہ میں پہونچ گئی۔"

منیر "واقعی اِس موقع پر اُنھوں نے جھوٹ کہا۔ لیکن اس میں کوئی مصلحت ہوگی یہ چاہتے ہوں گے کہ نوبہار پری سے اپنا ملنا اُن لوگوں پر نہ ظاہر کریں۔ یا شاید شہزادی کی ماں پر کوئی خاص اثر ڈالنا منظور ہو گا۔"

مہ لقا "اوئی! تو میں یہ کب کہتی ہوں کہ اُنھوں نے یہ مصلحت کے خلاف کیا؟ مجھے تو فقط اس بات کا خیال ہے کہ مولانا مصلحت کے موقع پر جھوٹ بولنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔"

منیر "مگر اتنی سخت نکتہ چینی بھی نہیں اچھی ہے۔ یہ لوگ تو پُرانی تعلیم کے ہیں جس کا بہت بڑا مستند اور بکار آمد سبق یہ ہے کہ "دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستیِ فتنہ انگیز" ...

مہ لقا "اول تو آج کل یہ اصول غلط ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ تو بھی سمجھو کہ عدالت مولوی صاحب نوبہار پری سے ملنا اور اُسے کنگھی دینا [illegible] حاتم کا کوہِ ندا پر جانا [illegible]

منیر "یہی فساد کیا کم تھا کہ شہزادی اور ملکہ سمجھتی ہیں جو "یا اخی یا اخی" کی صدا سن کے جاتے

مولوی صاحب ہی کی لائی ہوئی ہے۔ میں بھی فنا ہو جاؤں گا۔ مگر اُس کی ہمت اور حوصلہ

مہ [illegible] وطیش کے ساتھ ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ اسی طرح میں بھی اس [illegible] کو چھوڑ جا

ہمارا ماننا نہیں تو کیا اور اُن کے بُرا ماننے سے مولوی صاحب کو کون سا آزار پہونچ جاتا ہے، خیر یہی ہوگا مجھے کیا۔ مولوی صاحب جتنا جھوٹ چاہیں بولیں میری بلا سے۔ جیسا کریں گے انھیں کے آگے آئے گا۔ اب بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ مولانا کا عمل تمھارے نزدیک بالکل سچا ہے نہ؟"

منیر: "ہاں مجھے تو شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔"

مہ لقا: "تمھیں یقین ہے تو ایسا ہی ہوگا۔ خیر اس بات کا تو پتہ لگ گیا کہ یہ ڈولیاں جو غائب ہو جاتی ہیں شاہزادہ عباس کی شرارت ہے۔"

منیر: "بے شک! وہ خود اپنی زبان سے قبول کر گیا ہے۔"

مہ لقا: "تو اب تم سے میں ایک خاص بات کہنا چاہتی ہوں۔ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ مجھ سے ملنے اور میری باتوں کو تم اپنے استاد سے (جو بڑے بے تکلف ہو گئے ہیں) یا کسی اور دوست سے تو نہیں بیان کرتے ہو؟"

منیر: "تم بھی بڑی بدگمان ہو۔ بھلا یہ باتیں کسی سے کہنے کی ہیں؟"

مہ لقا: "تو مجھ سے وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں گی اُسے کسی کے سامنے زبان سے نہ نکالو گے۔"

منیر: "تمھارے نزدیک عہد و پیمان کی ضرورت ہے تو میں جیسی اور جس کی قسم کہو کھانے کو تیار ہوں۔"

مہ لقا: "میں کلام اللہ لیتی آئی ہوں۔ اس پر ہاتھ رکھ کے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کے اقرار کرو کہ میرا راز کسی سے نہ کہو گے۔" یہ کہتے ہی اس نے بغل سے حمائل نکال کے پیش کر دی۔

مہ لقا کے اس فعل نے منیر کو نہایت ہی متحیر کر دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک
منیر: "شوخ شوق سے بدل کے وہ ایک بڑی ہی متین عورت بن گئی ہے۔ حیرت سے
جان بیان کرنا شروع کیا دیکھی اور قرآن پر ہاتھ رکھ کے جس طرح اس نے کہا تھا قسم کھا
چھوٹنے نہ پائے۔" منیر نے کہا کہ میں جو کچھ چاہوں گی اُسے منظور کر لو گے۔ اور مجھے
بیان کر دوں۔" اور پھر بیان کا سلسلہ

مہ لقا اس کے بیان کو نہایت توجہ اور ... اس کے خلاف نہ کروں گا۔"
خوبصورت چہرے پر نیا اثر ڈالتا اور ہر واقعہ اس کے دل ... یاد کر دوں۔"

منیر۔ "جہاد! کیا ترکون کی طرف سے جا کے بلغاریہ والون سے لڑو گی؟"

مہ لقا۔ "اس سے بھی زیادہ سخت نازک۔ اور خوف ناک جہاد۔"

منیر۔ "اچھا تو جو کچھ ہو جلدی کہو۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ اور تمھاری زبان سے یہ الفاظ سُن سُن کے سہا جاتا ہون۔"

مہ لقا۔ "کوئی ڈرنے کی بات نہین۔ مگر ہان دل مضبوط چاہیے۔ مجھے تم سے بڑی محبت ہے اتنی کہ ظاہر کرنے کے لیے لفظ نہین ملتے۔ لیکن کیا کرون کہ ایک چیز مجھے تم سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اُسی کی محبت مین خراب ہوتی۔ اور دنیا سے جاتی ہون۔ (آنکھین ڈبڈبا آئین) اگرچہ دل نہین مانتا مگر مین اُس کے شوق مین تمھین بھی چھوڑتی اور تم پر قربان ہوتی ہون۔"

منیر۔ "جو چاہو کہو مگر یہ چھوڑنے کا لفظ زبان سے نہ نکالو۔ اور جو کچھ کہنا ہو خدا کے لیے جلدی کہو۔ تم نے اور تھوڑی دیر تامل کیا تو مین دیوانہ ہو جاؤن گا۔"

مہ لقا۔ "کچھ سمجھے بھی کہ وہ کون ہے جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے؟ وہ کوئی شخص نہین بلکہ وہ میری ستم زدہ بہنین اور شہر کی آفت نصیب بی بیان ہین جو مصیبت مین مبتلا ہین اور کسی کو فکر نہین۔ روز کوئی نہ کوئی جوان عورت راستہ مین سے غائب ہو جایا کرتی ہے اور پتہ نہین لگتا۔ انھین بہنون پر مین اپنے آپ کو قربان کرنا چاہتی ہون۔"

منیر۔ "آخر کیونکر؟ تم گھر مین بیٹھو اور جو تدبیر بتاؤ مین کرنے کو تیار ہون۔"

مہ لقا۔ "تمھارے کیے کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ کام مجھی سے ہوگا۔ اور ہو یا نہ ہو مین اپنی جان اسی کام کی نذر کرون گی۔"

منیر۔ "آخر کیونکر؟ کچھ معلوم تو ہو کہ تم کیا کرو گی؟"

مہ لقا۔ "مین خود ہی جا کے اِس راز کے کھولنے اور مجرم کا پتہ لگانے کی کوشش کرونگی جو سب سے زیادہ نازک جہاد ہے۔ اس کوشش مین اورون کی طرح مین بھی ناپید ہوگئی تو شہید ہون گی۔ اور جو کامیاب ہوئی تو غازی بن کے آؤن گی۔ اور مجرمون کو عدالت کے سامنے لا کے کھڑا کر دون گی۔ تم نے حاتم طائی کا قصہ پڑھا ہے؟ حاتم کا کوہ ندا پر جانا یاد کرو۔ جاتے وقت وہ یہی سمجھتا ہوگا کہ اور لوگ جو "یا اخی یا اخی" کی صدا سُن کے جاتے اور فنا ہو جاتے ہین انھین کی طرح مین بھی فنا ہو جاؤن گا۔ مگر اُس کی ہمت اور حوصلہ نے اُس پہاڑ کا طلسم توڑ کے ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ اسی طرح مین بھی اس نازک جہاد

میں قدم رکھتی ہوں۔ مار ہی جاؤں اور ہمیشہ کے لیے ناپید ہو جاؤں تو میرا کہا سنا معاف کرنا۔ اور سمجھنا کہ تم پر قربان ہو گئی۔ اور زندہ پھری تو پھر تمھاری ہوں جو چاہنا کر"

علنیر "یعنی جانے سے پہلے شادی نہ ہوگی؟"

مہ لقا "میں تو تمھاری ہوں تمھاری ہی رہونگی اور کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر ممکن ہے کہ اُس وقت تمھیں مجھ پر بدگمانیاں ہوں۔ مجھے ایک بے آبرو عورت خیال کرو اور دل گوارا نہ کرے کہ مجھ سی بدنام عورت کو اپنے گھر میں رکھو"

علنیر "یہ تم کہہ کیا رہی ہو؟ میں اور تم سے بدگمان ہوں گا؟ مگر کچھ معلوم تو ہو کہ تم اس راز کو کیونکر دریافت کرو گی؟ اب تو کھل ہی گیا کہ یہ جنون کا کام ہے"

مہ لقا "یہ جنات کا کام ہو یا انسان کا مجھے جانا ضرور ہے۔ اگر تم مجھے بیاہ کے لیجاؤ گے تو تمھارے ساتھ دلھن بن کے پینس میں جاؤں گی۔ ورنہ یونہیں سوار ہو کے نکلونگی اور کوشش کروں گی کہ راستہ میں سے غائب ہو جاؤں۔ پھر جب مجھ پر یہ راز کھل جائے گا کہ یہ عورتیں کہاں جاتی ہیں اور کیا ہوتی ہیں اس وقت جو تدبیریں بن پڑینگی کرونگی بہت سی دعائیں یاد کر لی ہیں۔ اور بہت سے تعویذ اور نقش پاس رکھ لیے ہیں جو جنوں کو بے بس اور غلام بنا دے سکتے ہیں"

علنیر "تم نے کسی سے اِس معاملے میں مشورہ بھی کیا ہے یا فقط اپنی ہی رائے سے آمادہ ہو گئیں؟"

مہ لقا "ہندوستان میں ایسا کوئی نہیں ہے جس سے ایسے کام میں مشورہ لیا جائے اور وہ پسند کرے۔ اپنی اُستانی مس نیوٹن سے پوچھا تھا اُنھوں نے کہا اگر تم سے ہو سکے اور تمھارا دل اتنا مضبوط ہو تو نہ اس سے بڑا کوئی ناموری کا کام ہو سکتا ہے اور نہ ملک و قوم کی کوئی اتنی بڑی خدمت ہو سکتی ہے"

علنیر۔ (لاجواب ہو کے) "مجھے اِس میں خطروں اور مایوسیوں کے سوا کچھ بھی نہیں نظر آتا۔ لیکن تم نے تو مجھ سے پہلے ہی اقرار لے لیا ہے۔ سوا اجازت دینے کے کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ گو کہ دل کو کسی طرح گوارا نہیں ہے"

مہ لقا "تو پھر اب شاید تم ابھی شادی کرنا بھی نہ پسند کرو گے؟"

علنیر "مہ لقا۔ زیادہ دل نہ دکھاؤ۔ میں تو چاہتا تھا کہ جس طرح بنتا آج ہی تم کو بیاہ

لے جاتا۔ اس لیے کہ مجھے تو بے تمھارے جینا مشکل معلوم ہوتا ہے"

مہ لقا: "دو ہی چار روز میں دل بہل جائے گا۔ لیکن مین پوچھتی ہون کہ اب اس وقت نکاح سے کیا حاصل ہوگا؟ یہ بھی سوچ لو کہ اُس وقت میرے غائب ہو جانے سے تمھاری اور تمھارے خاندان کی رسوائی ہوگی۔ واپس آئی بھی تو خدا جانے مین کیسی اور کس حال مین ہون۔ شاید بے آبرو ہو کے آؤن۔ شاید میری صورت بگڑ گئی ہو۔ شاید مجھ مین کوئی عیب پیدا ہو گیا ہو۔ اِس لیے واپس آلون اور تم یہ دیکھ لو کہ تمھارے کام کی ہون تب شادی کرنا"

منیر: "یہ فقرے کسی اور کو دو۔ میرے نزدیک تمھارا یہ شوق سب سے بڑا شریفانہ جوہر ہے۔ اس مین چاہے کیسے ہی نقصان ہون مگر تمھاری قدر بڑھ جائے گی۔ فقط تمھارے حسن و جمال اور تمھاری جسمانی تندرستی ہی تک میری محبت نہین ہے۔ مین ہر وقت اور ہر حال مین تمھارا عاشق ہون گا۔ مجھے تو یہ کھٹکا لگا رہے گا کہ ایسا نہ ہو واپس آنے کے بعد تم مجھے اپنے قابل نہ سمجھو"

مہ لقا: "ایسی بات کو تو اپنے دل سے دور ہی رکھو۔ نکاح ہو یا نہ ہو مین تمھاری ہو چکی۔ شادی کر دوگے تو مہربانی ہوگی۔ نہ کروگے تو مین یونہین تمھارے نام پر جیونگی"

منیر: "جو کچھ ہو۔ مین بے نکاح کیے تمھین نہ جانے دون گا۔ جاؤ۔ اور جہاد کرو۔ مگر میری ہو کے جاؤ۔ تاکہ تمھاری ناموری اور تمھارے ثواب مین مین بھی شریک رہون"

مہ لقا: "خوب سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے کو پچھتاؤ۔ میرا کوئی اعتبار نہین۔ تم اپنے نزدیک جو چاہو سمجھو۔ مگر مین تو دنیا کی نظر مین۔ برادری کی نظر مین۔ عزیزون کی نظر مین یہان تک کہ خود اپنے مان باپ کی نظر مین بھی رسوائی اور ذلت کے کوچے مین جا رہی ہون۔ اور واپس آکے شاید اس قابل بھی نہ ہون کہ مان باپ کے گھر مین قدم رکھ سکون"

منیر: "جو کچھ ہو۔ میرے گھر کے لیے تمھارے قدم ہمیشہ اور ہر حال مین باعث فخر ہونگے"

مہ لقا: "تو پھر میری چند شرطین قبول کرو۔ ایک تو یہ کہ تم ہر وقت میری مدد کے لیے تیار رہو۔ کیونکہ غائب ہونے کے بعد مجھ سے جہان تک بنے گا اور جس طرح ہو سکے گا تم کو اپنے حال کی خبر کرون گی۔ اور رہائی پانے اور اُس طلسم کے توڑنے مین تم سے مدد لون گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم بھی عمل اور جھاڑ پھونک کا علم سیکھ لو۔ اس فن مین بھی اپنے اُستاد کے

شاگرد ہو جاؤ۔ اور اُس سے ایسے تعلقات بڑھاؤ کہ وہ تمھارا اتنا اعتبار کرین کہ انھین جو کچھ معلوم ہو تمھین بھی سکھا دین۔ اور اپنا ہر راز تم سے کہہ دیا کرین۔ تیسری شرط یہ ہے کہ شہزادی سے پھر کبھی نہ ملنا۔ نہ تم اُس کے پاس جاؤ اور نہ اُسے اپنے گھر آنے دو۔ کہین اُس نے تمھین میرے ہاتھ سے چھین لیا تو پھر مین کہین کی نہ رہون گی۔ اُس کی حرکتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمھین اپنے جال مین پھانسنا چاہتی ہے۔ تم دل کے مضبوط ہوتے تو مین کہتی کہ جس طرح وہ تمھین بناتی ہے اُس سے زیادہ تم اُسے بناؤ۔ مگر کیا کرون تمھارا دل کمزور ہے اور وہ تمھین پھانس لے گی۔"

ملنیر: "مین ان سب شرطون کو پورا کرون گا لیکن شہزادی کے وہان دو دفعہ خواہ مخواہ جانا پڑے گا۔ ایک تو آج رات کو۔ اس لیے کہ ہمارے مولانا زبردستی پکڑ لے جائین گے۔ اور ایک دفعہ جانے کا مین شہزادی سے قول ہار چکا ہون۔"

مہ لقا: "اس مین مضائقہ نہین۔ جاؤ۔ بلکہ اور کبھی بھی کوئی ضرورت آ پڑے تو چلے جانا مگر اُس کے وہان اپنی آمد و رفت نہ رکھو۔"

ملنیر: "ہرگز نہ رکھون گا۔"

مہ لقا: "تو پھر اب نکاح کی کیا صورت ہو گی؟"

ملنیر: "جو تم بتاؤ۔"

مہ لقا: "خالو ابا (محمد نصیر) سے کہہ کے اسی ہفتہ مین کوئی دن شادی کا مقرر کرا لو۔ مولانا سے بھی پوچھ لو کہ کوئی مبارک دن اور تاریخ بتا دین۔ بس اُسی دن معمولی طور پر آ کے مجھے رخصت کرا لے جا۔"

ملنیر: "وہ تاریخ مولانا سے مقرر کراؤن؟"

مہ لقا: "ہان تاریخ اُن سے مقرر کراؤ۔ مگر میرا یہ ارادہ یا اس کے بعد جو کچھ تعلقات میرے تمھارے درمیان رہین۔ یا تمھین کسی ذریعہ سے یا فرض کرو کہ انھین کے ذریعہ سے میرا کچھ پتہ لگے تو اس کا ذکر مولانا سے ہرگز نہ کرنا۔"

ملنیر: "یہ کیونکر ممکن ہے کہ انھین کے ذریعہ سے تمھارا حال معلوم ہو اور انھین کو خبر نہ ہو؟"

مہ لقا: "مین نے تھوڑی ایک بات کہہ دی اور تم کریدنے لگے۔ میرا یہ مطلب ہے کہ میری جو کچھ کیفیت معلوم ہو اُسے اپنے پرائے عزیز آشنا کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ مین جانتی ہون کہ میرے اور اپنے رازون کے چھپانے مین تمھین تکلیفین برداشت کرنا پڑین گی۔ مشکلون کا سامنا

ہوگا۔ مگر خبردار میری اس وصیت کو نہ بھولنا کہ کسی کے سامنے کوئی لفظ زبان سے نہ نکلے بس اتنا کرنا کہ مین جو تدبیر بتاؤن اُس مین دریغ نہ کرنا۔ اور اُسے اس طرح چپ چپاتے کرنا کہ کسی کو کانون کان خبر نہ ہو۔"

منیر: "تمھارے جانے کے بعد میرا سوا اس کے اور کام ہی کیا ہوگا کہ تم سے لَو لگائے خاموش بیٹھا رہون۔ اور جب کبھی کوئی تمھارا حکم ملے اُسے بجا لاؤن۔"

مہ لقا: "اس قول کو تم نے نباہ دیا تو مین بہت جلد کامیاب ہون گی۔ مگر اتنا یاد رکھو کہ سب سے زیادہ نازک اور خوفناک تعلقات تمھارے مولانا اور شہزادی کے ہین۔ اچھا تو اب تمھارے پاس اپنی ایک یادگار بھی چھوڑتی جاؤن (حمائل کی دفتی مین سے ایک کاغذ نکال کے) تو اسے اپنے پاس رکھو۔ تم اُس روز کہتے ہی تھے کہ مجھے نقاشی اور مصوری کا بڑا شوق ہے۔ مین نے اُسی شوق مین یہ ایک نیا خط ایجاد کیا ہے جس مین بیل بوٹون مین انسان اپنا مطلب ادا کر سکتا ہے۔ میری یادگار سمجھ کے اسے یاد کر لو۔ اور اُس مین لکھنے پڑھنے کی مشق کر لو۔ شاید مین بے نام و نشان مر جاؤن تو اس خط کے ذریعہ سے میری یاد زندہ رہے گی۔ اور کم سے کم مین تمھین کبھی نہ بھولونگی۔"

منیر: "ہائے اِن حسرتناک باتون سے میرا دل چاک ہوا جاتا ہے۔ اس کی بھی اجازت ہے کہ یہ خط کسی اور کو سکھاؤن؟ جب تک اور کسی کو نہ بتاؤن گا اِس کا رواج کیسے ہو سکے گا؟"

مہ لقا۔ (دیر تک غور و فکر مین رہ کے) "اچھا پانچ برس کے بعد تمھین اس خط کی شایع کر دینے کا اختیار ہے مگر اس سے پہلے اکیلے تم ہی اس کی مشق کرنا کسی اور کو نہ بتانا۔"

منیر: "پانچ سال! تو کیا تم پانچ سال تک نہ آؤ گی؟"

مہ لقا: "کیسی ناسمجھی کی باتین کرتے ہو! کوئی اپنے بس کی بات ہے؟ یہی کون کہہ سکتا ہے کہ مین آ ہی جاؤن گی؟ آؤن یا نہ آؤن۔ اور آؤن بھی تو ممکن ہے کہ کل ہی چلی آؤن اور ممکن ہے کہ دس برس تک نہ آ سکون۔"

اب منیر نے اُس کاغذ کو دیکھا تو نظر آیا کہ اردو حروف پھولون کلیون اور پتیون کی وضع مین دکھائے گئے تھے۔ ایک لفظ کے حروف باہم مل کے ایک خوبصورت گلدستہ یا پھولون کی خوشنما ٹہنی بن جاتے۔ اور پوری عبارت بیل بوٹون کی وضع مین نظر آتی۔

اُسے دیکھ کے انسان کو بمشکل خیال ہو سکتا کہ کچھ لکھا ہے۔ بلکہ ہر دیکھنے والے کا خیال اسی جانب جاتا کہ کسی چابکدست نقاش نے گل بوٹے بنائے ہین۔ پہلے پورے حروف تہجی جدا جدا بنا دیے گئے تھے تاکہ انسان اُن کو ذہن نشین کرلے۔ اس کے بعد ترکیب اور بندش کے قواعد بتائے گئے تھے۔ سات آٹھ سطرون مین نمونے کے طور پر اُنھین حرفون مین کچھ عبارت لکھی تھی۔ تاکہ اُنسی کے ذریعہ سے اس خط مین لکھنے پڑھنے کی مشق بخوبی کر لی جا سکے۔

منیر اس انوکھی تحریر کو دیکھ کے ابتداءً تو سمجھا کہ مہ لقا نے کچھ نقش و نگار بنا سے ہین جنھین اپنی یادگار کے طور پر مجھے دیتی ہے۔ اور کہنے لگا "مین نے تمھاری نقاشی کی بڑی تعریف سنی تھی اور واقعی تمھاری اس صنعت سے میرے دل کو کچھ نہ کچھ تسکین ہو جایا کرے گی۔"

مہ لقا: "یہ فقط بیل بوٹے نہین ہین۔ اگر نقش و نگار ہی بنانا ہوتا تو شاید مین اس سے اچھے نمونے بنا سکتی۔ مین نے اس فن مین محنت کی ہے۔ مس منٹن نے اس فن کے سکھانے مین بڑی محنت کی اور چونکہ مجھے خود شوق تھا اس لیے اب ایسی ہو گئی ہون کہ مس صاحبہ بھی میرے ہاتھ کی تعریف کرتی ہین۔ لیکن یہ وہی میرا ایجاد کیا ہوا خط ہے جس کے بنانے مین مین نے کوشش کی ہے کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اس کے کچھ معنی بھی ہین۔ یا ان پھولون کے ذریعہ سے کوئی مطلب ادا کیا گیا ہے۔ مین چاہتی ہون کہ تم اس کو یاد کر لو۔ اور اگر مجھے موقع مل سکے تو تم کو اس خط مین اپنے دل کی بات لکھ بھیجون۔ اتنا اور کرنا روز کسی کو گدڑی بازار مین بھیج دیا کرنا۔ شاید وہان تم کو کوئی ایسی چیز مل جائے جس مین ان حرفون مین کچھ لکھا ہوا"۔ منیر نے اس کا وعدہ کیا۔ اور کاغذ کو پڑھنے لگا۔

مہ لقا: "اسے تم گھر پر جا کے اکیلے مین پڑھ لینا۔ اور اگر نہ پڑھا جائے تو عشرت کی زبانی کہلا بھیجنا۔ مین بتا دون گی۔ بس تمھارا یہ کام ہے کہ ان حرفون کو خوب ذہن نشین کر کے اس قابل ہو جاؤ کہ اس خط مین بے تکلف لکھ پڑھ سکو۔ اب مین جاتی ہون۔ آج باتون مین بڑی دیر ہو گئی۔ کہین امان جاگ اُٹھین تو غضب ہو جائے گا۔"

منیر: "تو اب اس کے بعد پھر شاید ہمین ملنا نصیب ہو؟ برا نہ مانو تو آج رخصت ہوتے وقت ہم گلے مل لین۔"

مہ لقا - (شرما کے) "پھر تم نے اُس دن کی سی بدتہذیبی اور بے صبری شروع کی!"

منیر :"افسوس! تم بے صبری کا الزام تو دیتی ہو مگر میری بیتابی و بیقراری کا خیال نہیں کرتیں۔ آج کے بچھڑے سے خدا جانے کس دن ملیں گے؟"

مہ لقا :"ہائے! تم نہیں مانتے اور اپنے ساتھ مجھے بھی بیتاب کیے دیتے ہو" یہ کہہ کے خود ہی اپنے عاشق دلدادہ کے گلے سے لپٹ گئی۔ دیر تک دونوں جانب آنسوؤں کا تار بندھا رہا۔ جب خوب اچھی طرح دل کی بھڑاس نکل چکی تو جدا ہو کے دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ پھر مہ لقا آنسو پونچھ کے زنانے میں گئی۔ اور منیر نے اپنے گھر کی راہ لی۔

ساتواں باب

رت جگے کے گالے

شہباز فلک یعنی آفتاب طیور کو ان کے آشیانوں میں پہونچاتا ہوا اپنے آشیانۂ مغرب میں گیا۔ اور مشاطۂ شب نے لیلائے فلک کی جبین ناز پر خوب اچھی طرح افشاں چن دی۔ اہل زمانہ ان کاموں میں مشغول ہوئے جو چھپا کے اور لوگوں کی آنکھیں بچا کے کیے جاتے ہیں۔ اور بڑے چھوٹے سب طرح کے لوگ اپنے مشاغل میں مشغول ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ خانقاہ میں اگر جناب شیخ سر بسجدہ ہیں۔ جو چھپ کے عبادت کیا کرتے ہیں۔ تو قریب ہی میخانے میں ان لوگوں کا مجمع ہونے لگا جو چھپا کے پیتے ہیں۔ کہیں کوئی عاشق دلدادہ رقیبوں کی نظریں بچا کے کوئے جانان کی طرف چلا۔ اور کہیں کسی وعدہ کے سچے بت طناز نے چھڑے بڑھائے۔ یا نیچے گھر سے اور ہوا سے اور نمام کی آنکھوں میں خاک جھونک کے اس مریض عشق کے کلبۂ احزان کا راستہ لیا جو ابھی ایک وعدے پر جی رہا ہے۔

میں اسی وقت ہمارے مولانا سعد اللہ صاحب نے کھانے سے فارغ ہوتے ہی ہاتھ دھو کے ڈاڑھی پھٹکاری۔ اور اپنے شاگرد رشید محمد منیر کو جبراً و قہراً ساتھ لے کے فتنۂ روزگار معشوقہ بی شہزادی کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ گاڑی پر بیٹھتے ہی محمد منیر نے کہا "مولانا خیر آپ کے اصرار سے چلا تو چلتا ہوں مگر اتنا خیال رہے کہ آپ شہزادی کو زیادہ بے تکلف نہ ہونے دیجیے۔ وہ حد سے گزری جاتی ہے۔"

یہ حالت ہے کہ آپ کے سامنے ندامت سے زمین مین گڑا جاتا ہون"
مولانا:" اور میرا یہ جی چاہتا ہے کہ تمھین اپنے سامنے بے تکلف ہوتے دیکھون۔ تاکہ تمھارا حجاب ٹوٹے اور آیندہ ہم تم بجائے اُستاد و شاگرد ہونے کے باہم ایک دوسرے کے دوست بن جائین۔ پڑھانے لکھانے مین اُس ادب و لحاظ کی بے شک ضرورت تھی۔ اب نہ تم پڑھتے ہو اور نہ مین پڑھاتا ہون۔ پھر تکلف اور حجاب کس بات کا؟ قطع نظر اس کے تم اب مجھ سے عمل کا فن سیکھنا چاہتے ہو، جس کا آج تم نے بڑا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ اس فن کی تعلیم بالکل اور طرح کی ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ اُستاد و شاگرد مین انتہا سے زیادہ بے تکلفی ہو اور درمیان مین کسی قسم کا حجاب نہ باقی رہے"
منیر:" عمل کے سیکھنے مین کیا اس کی ضرورت ہے؟"
مولانا:" انتہا درجہ کی۔ بغیر اس کے یہ فن آ ہی نہین سکتا" مولانا کے یہ الفاظ سنتے ہی منیر کو مہ لقا کی یہ ہدایت یاد آئی کہ ان سے خوب خلا ملا پیدا کر لینا چاہیے تاکہ اُن کے دل مین جو کچھ ہو مجھ پر ظاہر کر دیا کرین۔ یہ خیال آتے ہی کہا "تو پھر آپ وعدہ کرتے ہین کہ آپ کو اس فن کے متعلق جو کچھ معلوم ہے سب مجھے بتا دین گے؟"
مولانا:" بغیر بے تکلفی و بے حجابی کے تمھین آ ہی نہین سکتا۔ اس کو تم یقین جانو کہ مجھے تم سے زیادہ کوئی عزیز نہین ہے۔ اور کسی نقش تعویذ اور فلیتہ کے بتانے مین تم سے بخل نہ کرون گا۔ لیکن اگر میرے تمھارے درمیان مین خوردی و بزرگی کا حجاب رہا تو مین ہزار چاہون تمھین بتا ہی نہین سکتا"
منیر:" مگر مولانا یہ تو بے حجابی نہین بے حیائی ہے جس کا برداشت کرنا بہت ہی دشوار ہے لیکن اب ایسی ہی مجبوری ہے تو جیسے بنے گا گوارا کرون گا"
مولانا:" یہ نہ بے حجابی ہے نہ بے حیائی۔ بس اتنا ہونا چاہیے کہ ہم تم دوست دوست ہو جائین۔ پھر اس کے بعد دیکھنا کہ مین تمھین اس فن مین کیسا باکمال بنائے دیتا ہون"
اتنے مین گاڑی ملکہ کے دروازے پر ٹھہری اور دونون اُتر کے اندر داخل ہوئے آج یہان عجب لطف کا سمان نظر آیا۔ پاس پڑوس کی پچیس تیس رنڈیان جمع تھین۔ ڈھول بج رہی تھی۔ اور ٹھمری ٹپے غزل وغیرہ کے عوض اللہ میان کی سالنہ تھا۔ ہ گٹھ باڑی کی مشق دکھائی جا رہی تھی۔ کڑھائی چڑھی ہوئی تھی اور بی ملکہ

جان خود بیٹھی گلگلے تل رہی تھیں - مولانا کی صورت دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور شکر گزاری کے طرز سے کہا "آپ نے بڑی تکلیف کی اور یہ ساری خوشی آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے - (پکار کے) "اے شہزادی! کیا کر رہی ہو؟ دیکھو مولانا صاحب تشریف لائے ہیں" آواز سنتے ہی شہزادی رنڈیوں کے جھمگھٹے میں سے نکل کے ایک چھلاوے کی طرح یہاں آپہونچی - اور ملکہ نے کہا "بیٹی مجھے اس گھڑی چھٹی نہیں ہے - مولانا کو اوپر لے جا کے بٹھاؤ"

شہزادی - (مولانا سے) "ادھر تشریف لے چلیے - (منیر پر ایک نگاہ غلط انداز ڈال کے) اے تمھیں تو چھٹی ہی نہیں ملتی تھی؟ پھر کیوں آئے؟"

منیر سے اگرچہ بے تکلف نہیں ہوا جاتا تھا مگر دل پر جبر کر کے جواب دیا "تمھارا دل خوش کرنے کو"

شہزادی - (چمک کے) "اوئی! لو اور سنو! انھیں بھی میری خوشی کا خیال ہوا؟ بڑی عنایت بڑی مہربانی - آیئے تشریف لایئے - مگر اتنا یاد رہے کہ آج آپ میرے کہنے سے نہیں آئے ہیں - میرا وعدہ ابھی باقی ہے!"

منیر - (پہلے زینے پر قدم رکھ کے) "باقی سہی - پھر کبھی آجاؤں گا؟"

شہزادی "بس ایک ہی دفعہ! اے میں تو سمجھی تھی کہ میری خوشی کا خیال ہوا ہی تو رہے گا"

ملکہ نے کوٹھے پر پہلے ہی سے نہایت تکلف اور سلیقہ کے ساتھ فرش بچھوا رکھا تھا - شہزادی نے مولانا اور محمد منیر کو لیجا کے بٹھایا - اور ایک دلربا انداز سے منیر کے برابر بیٹھ گئی - منیر "تو الگ ہٹ کے بیٹھو - میں اتنی زیادہ بے تکلفی نہیں پسند کرتا"

شہزادی "اوئی! اے آج تو ماشاء اللہ سے بہرہ کھل گیا ہے - یہ سیکھی ہوئی بولیاں ہیں یا اپنے جی سے کہہ رہے ہو؟ (اور آگے کھسک کے) میں تو نہیں ہٹتی - اور زیادہ پاس گھسی جاتی ہوں دیکھوں کیا کر لیتے ہو؟"

اتنے میں ماما نے ایک پلیٹ میں گرم گرم گلگلے لاکے سامنے رکھ دیے - اور شہزادی نے پلیٹ کو مولانا کے آگے بڑھا کے کہا "نوش فرمایئے" مولانا نے منیر سے کہا "لو کھاؤ" اور ایک گلگلا اُٹھا کے کھانے لگے۔

۱۱۶۷

منیر ”میں نے تو عہد کر لیا ہے کہ شہزادی اپنے ہاتھ سے کھلائیں گی تو کھاؤں گا“

شہزادی۔ (جھک کے) ”بڑے نخرے میں آ گئے۔ ایک دن ایک نوالہ کیا کھلا دیا کہ اب اپنے ہاتھ سے روٹی ہی نہ توڑیں گے! ارے ہوش کے ناخن لو۔ میری جوتی کھلاتی ہے سو دفعہ غرض ہو کھاؤ۔ کیا تمھارے ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں؟“

منیر ”تم نہیں کھلاتیں تو نہ سہی، نہ کھاؤں گا“

شہزادی ”ارے اپنے نہ کھانے پر دھمکا لیا ہے؟ اچھا دیکھوں کیسے نہیں کھاتے ہو؟“ یہ کہتے ہی منیر کا ہاتھ زبردستی کھینچ کے پتیلے کے قریب لے گئی اور کہا ”لو گلگلا اٹھاؤ؟“

منیر ”میں نے تو کہہ دیا کہ اپنے ہاتھ سے نہ کھاؤں گا“

شہزادی ”نہ کھاؤ گے؟ دیکھو پھر خفا نہ ہونا“ یہ کہہ کے منیر کے لپٹ گئی اور پہلوں میں گدگدانا شروع کیا۔ منیر کی یہ حالت تھی کہ گدگدانے کا نام لے کے کوئی دور سے بھی انگلی دکھا دے تو مارے ہنسی کے لوٹ جاتا۔ شہزادی کے گدگداتے ہی بیتاب ہو کے چلایا ”اوہ! واللہ گدگدانے کی سند نہیں ہے“ اور بے اختیار ہنس پڑا۔

شہزادی ”سند کیوں نہ ہونے لگی تھی؟ اب سیدھی طرح گلگلا اٹھا کے کھاؤ نہیں تو پھر گدگداتی ہوں“

منیر ”اچھا تو اقرار کرو کہ ایک گلگلا اپنے ہاتھ سے کھاؤں گا اور ایک تم اپنے ہاتھ سے کھلاؤ گی“

شہزادی ”آج تو طبیعت بڑے زوروں پر ہے! کل کیسے گربہ مسکین بنے ہوئے تھے کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں! خیر خاطر ہے۔ کھلا دوں گی۔ مگر پہلے تم اپنے ہاتھ سے کھالو“

آخر اس جھگڑے کا اس پر خاتمہ ہوا کہ ایک گلگلا منیر اپنے ہاتھ سے کھاتا اور ایک شہزادی اپنے ہاتھ سے کھلا دیتی۔ مولانا چپکے چپکے گلگلے کھا رہے تھے۔ کن انکھیوں سے بار بار دونوں کی پر لطف لڑائی دیکھ لیتے۔ اور دل میں کہتے ”غنیمت ہے کہ آج منیر میرے سامنے بے تکلف ہو گیا“ وہ اسی خیال میں تھے کہ منیر نے شہزادی سے کہا ”بھئی یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم مجھے کھلاؤ اور میں تمھیں نہ کھلاؤں۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں“

شہزادی ”لو اور سنو! کیا مزے میں آئے ہیں۔ یہ ایسے ہوئے کہ مجھے اپنے ہاتھ سے کھلائیں گے! پہلے گڑھیا میں جا کے منہ تو دھو آؤ؟“

منیر۔ "یوں نہ مانو گی تو زبردستی کھلاؤں گا۔"

شہزادی۔ "میں نے کسی کو زبردستی کھلاتے دیکھا نہیں ہے۔"

منیر۔ "تو لو دیکھ لو۔" یہ کہتے ہی وہی گلگلا جس میں سے آدھا کاٹ کے کھا چکا تھا شہزادی کے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ اور شہزادی نے جو دانت بھینچے اور کس کے منہ بند کیا تو مجال کیا تھی کہ ایک ریزہ بھی اندر جا سکے۔

منیر۔ "اے لو منہ کھولو نہیں تو میں بھی گدگداتا ہوں۔"

شہزادی۔ (بگڑ کے) "دیکھو مجھے نہ گدگدانا ——" یہ کہنے میں منہ جو کھلا تو گلگلا منہ کے اندر تھا۔ اور جب تک اسے نگل نہ لیا منیر نے نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر منیر کے ہاتھ سے چھوٹنے کے بعد شہزادی جو دھینگا مشتی میں ہانپ گئی تھی سنبھل کے بیٹھی۔ دوپٹہ جو بے قرینہ ہو گیا تھا اسے سنبھال کے اوڑھا۔ پنڈا جہاں نہیں کھلا تھا وہاں بھی عجب ادا سے دوپٹہ سنبھالنے میں بیسیوں دفعہ کھولا اور ڈھانکا۔ اور کڑے تیوروں سے دیکھ کے بولی "خدا سمجھے! مجھے لے کے جھوٹا گلگلا کھلا دیا۔"

منیر۔ (ایک اور گلگلا پلیٹ سے اٹھا کے) "اچھا لو یہ تو جھوٹا نہیں ہے؟"

شہزادی۔ "تو کچھ زبردستی ہے؟ میں نہیں کھاتی!"

منیر۔ "تو پھر اب تجھے بھی نہ کھلاتا۔"

شہزادی۔ "ہماری تمہاری برابری؟ میں تو کھلاؤں گی۔" یہ کہہ کے پلیٹ کی طرف جو دیکھا تو فقط ایک گلگلا باقی تھا۔ منیر اور شہزادی تو باہمی چھیڑ چھاڑ اور دھینگا مشتی میں رہے۔ ہمارے شکر خورے مولانا نے موقع پا کے پلیٹ صاف کر دی۔ شہزادی کی نظر پلیٹ ہی پر تھی کہ منیر نے لپک کے وہ گلگلا اٹھا لیا اور بولا "یہ تو میں تمہیں کھلاؤں گا"۔ شہزادی پھرتی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگنے کو تھی کہ منیر نے پاؤں پکڑ لیا اور کہا "اے چلیں کہاں؟ پہلے اسے کھا لو پھر جانا۔" شہزادی نے لاکھ پاؤں جھٹکا مگر منیر نے نہ چھوڑنا تھا نہ چھوڑا۔ آخر شہزادی عاجز آ کے کہنے لگی "بھئی اب مجھے زیادہ نہ ستاؤ۔ میں تو سیدھا سادھا اور بھولا بھالا سمجھی تھی کسے خبر تھی کہ پیٹ میں یہ کرتوت بھرے ہوں گے؟ کہنا ہو جو باتیں پھر بتانا۔ پہلے کھا لو۔"

شہزادی۔ "اے تمہیں کچھ تمیز بھی ہے؟ اپنے استاد کے سامنے سے گلگلا ... منہ پھیر ..."

کیا شہد پوے کہ اُن کا ادب بھی اُٹھا دیا ؟"

علنیر " تم کون ؟ میرے استاد ہین۔ مین اُن سے قصور معاف کرا لون گا۔ مگر کھلاؤن گا یہ گلگلا تمھین کو "

شہزادی " ایسی نگوڑی بے صبری بھی کس کام کی ؟ تمھین میرے سر کی قسم چھوڑ دو نیچے سے جا کے اور گلگلے لے آؤن تو کھانا "

مولانا " بس اب ضرورت نہین - تمھاری با تون مین بہت کھا گیا "

علنیر " ہان ہان جی بس - اور کیا ہون گے ؟ یہ گلگلا جو میرے ہاتھ مین ہے میرے ہاتھ سے کھا لو اور ماما سے کہو کر آکے پلیٹ اُٹھا لے جائے "

شہزادی - (منھ چڑھا کے) اسے چھچ (سچ کہنا - مجھے کھلاؤ گے اور تم نہ کھاؤ گے ؟" پھر پاؤن کو جھٹکے دے دے کے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی -

علنیر " چاہے جو کچھ ہو مین یہ گلگلا بے کھلائے نہ رہون گا " یہ کہہ کے گلگلا پلیٹ مین رکھ دیا - اور دوسرے ہاتھ سے اُس کا ہاتھ کھینچ کے گود مین بٹھا لیا اور ہاتھ بڑھایا کہ گلگلے کو پھر اُٹھائے مگر شہزادی نے اس سے پہلے جھک کے گلگلا اپنے قبضہ مین کر لیا - اور بولی " اب تو اسے مین تمھارے حلق مین ٹھونسون گی - اور یہ شہد پن تو دیکھو کہ مجھے گود مین بٹھا لیا ہے "

علنیر " نہین اس گلگلے کے لینے کا تمھین حق نہین ہے یہ میرا ہو چکا تھا "

شہزادی " ہوا کرے - مین تو نہین دیتی - لے سیدھی طرح کھا لو نہین تو دیکھو مین گدگداتی ہون "

علنیر " تمھین ہماری جان کی قسم اسے تم ہی کھا لو "

شہزادی " اچھا تو قسم کھاؤ کہ روز یہان آیا کرو گے "

علنیر " اس کی قسم تو اگر کھا بھی لون گا تو مجھ سے پوری نہ ہو سکے گی "

شہزادی - (گود سے اُٹھنے کی کوشش مین ناکام ہو کے) " تو پھر یہان کیون بیٹھے ہو ؟ جاؤ ہوا کھاؤ - مین ایسون سے بات نہین کرتی "

علنیر " اچھا تو یہ گلگلا کھا لو - پھر بات نہ کرنا " یہ کہتے ہی اُس نے ہاتھ لپکا کے اُس کے ہاتھ سے گلگلا چھین لیا - اور گدگدا کے اور چٹکیان لے کے بڑی زبردستیون کے ساتھ

اسے کھلا ہی دیا۔ مزاحمت مین شہزادی کی سانس پھول گئی۔ اور چھوٹتے ہی تیوریان چڑھا کے منیر پر ایک دوہتڑ مارا اور کہنے لگی۔ "نگوڑی ایسی زبردستیان بھی نہین دیکھی تھین۔ مار کے مجھے بے دم کر دیا" یہ کہہ کے وہ پلیٹ اُٹھا کے جانے کو تھی کہ مولانا سعد اللہ صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا "بس اب جاتے ہین۔ موقع ملا تو پھر کبھی آئین گے۔ مگر یہ رت جگے کے گلگلے ہمیشہ یاد رہین گے"

شہزادی "اے بیٹھیے تو مین اور گلگلے لیے آتی ہون"

مولانا "اب کیا ہون گے؟ میرے پیٹ مین تو گنجایش نہین ہے"

شہزادی (منیر کی طرف اشارہ کر کے) "آپ نے تو دو چار کھائے بھی مگر یہ تو نخرے ہی کرتے رہ گئے"

مولانا "یہ بھلا کیا کھائین گے؟ ابھی ابھی گھر سے کھانا کھا کے آئے ہین۔ مین ہی تھا جو اتنے کھا گیا ان سے تو ایک بھی نہ کھایا جاتا۔ تمھاری زبردستیون اور دلگیون مین جو ایک آدھ کھا لیا یہ بھی بہت ہے"

شہزادی "مگر مین تو انھین بے کھلائے نہ رہون گی۔ مجھے ان سے اپنا بدلا لینا ہے ناک تک نہ ٹھونسے ہون تو سہی"

منیر "اچھا تو میرے گلگلے رکھ چھوڑ و جب پھر آؤن گا کھلا دینا" اس کے ساتھ مولانا سعد اللہ نے بھی دوبارہ جانے پر آمادگی ظاہر کی۔

شہزادی "آپ نہین مانتے ہین تو تشریف لے جائیے۔ مگر انھین تو مین ابھی نہ جانے دونگی"

منیر "مجھے اس وقت مولانا سے بڑا ضروری کام ہے۔ صبح مولانا چلے جائین گے۔ خدا کی قسم بڑا حرج ہو گا"

شہزادی "میری بلا سے ہوا کرے۔ تم سے تو جب تک پکّا اقرار نہ کرا لون گی کہ پھر کب آؤ گے نہ جانے دون گی"

منیر "اقرار تو پہلے ہی کر چکا ہون۔ کسی دن چلا آؤن گا"

شہزادی "اے کسی دن مین نہین جانتی۔ کل آنے کا وعدہ کرو"

منیر "کل تو ممکن ہی نہین"

شہزادی "اچھا تو پرسون سہی"

منیر:"پرسون کی نسبت بھی کچھ نہین کہہ سکتا"

شہزادی:"تو وہ نگوڑا کون سا دن ہوگا جس دن کو تم کہہ سکو گے؟"

منیر:"دو ہی چار روز مین آؤن گا" اس جھگڑے کے چکانے کے لیے پھر مولانا نے دخل در معقولات دیا اور کہا "آپ اس وقت جانے دو۔ انھون نے وعدہ کیا ہے تو ضرور آئین گے تم نہین جانتین یہ مجبور بھی ہین۔ ان کے والد نے ان کا چال چلن دیکھنے اور آزمانے کے لیے انھین بالکل آزاد کر دیا ہے۔ اور علاقہ کے سارے کام کا بار ان کے سر ڈال دیا ہے۔ مگر چپکے چپکے ان کی ہر بات کو جانچتے رہتے ہین۔ کہین ان کے یہان آنے کی سن گن ان کے کان مین پڑ جائے تو دم بھر مین ان کا سارا اعتبار جاتا رہے۔ آج ہی کل مین ان کی شادی بھی ہونے والی ہے۔ سسرال والون کے کان مین ذرا بھی بھنک پڑ جائے تو الگ بگڑ کھڑے ہون۔ انھین مصلحتون سے یہ نہین آتے۔ تھوڑے دنون کے بعد جب یہ پوری طرح آزاد ہو لین گے اور کسی قسم کا اندیشہ نہ باقی رہے گا تو آئین گے۔ ابھی تم ان کو مجبور نہ کرو۔"

شہزادی:"حضرت آپ کی بات کا تو مین جواب نہین دے سکتی۔ کیونکہ آپ کا بڑا ادب کرتی ہون۔ لیکن ان کے معاملہ مین آپ دخل نہ دین۔"

مولانا:"دخل کیونکر نہ دون۔ مین ہی زبردستیان کر کے انھین لایا ہون۔ رہا میرا ادب، تو جیسا ادب تم نے میرا کیا ہے خدا نہ کرے کہ کوئی کسی کا کرے۔ تمھاری حرکتین بھلا بھول سکتی ہین؟ (ڈاڑھی کو ہاتھ مین لے کے اور آگے بڑھا کے) یہ ڈاڑھی کچھ تو تمھارے کھسوٹنے سے گئی اور کچھ آگ کی نذر ہوئی۔ کپڑون کا غارت ہونا درکنار مین خود جل مرا ہوتا۔ تم نے کوئی کسر اٹھا تھوڑے ہی رکھی تھی؟ میری جو گت یہان بنی ہے زندگی بھر کہین نہین بنی تھی۔ یہ مانا کہ تم اپنے آپے مین نہ تھین اور وہ تمھارا کام نہ تھا مگر ہو تم بڑی شریر" اس پر شہزادی مسکرا کے خاموش ہو گئی۔ اور سب یہان سے اٹھ کے نیچے چلے۔ زینے سے اترتے ہی ملکہ جان کا سامنا ہوا۔ انھون نے نہایت معذرت خواہی کے ساتھ کہا "مولانا مجھے آپ سے بڑی ندامت ہے۔ چاہیے تھا کہ آپ کی خدمت مین حاضر رہتی۔ مگر کیا کہون کوئی اتنا بھی نہین ہے جو گھڑی بھر کے لیے بھلا انھین پاس بیٹھ جائے۔ اب پھر کب آپ سرفراز فرمائین گے؟"

مولانا ”کل صبح تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ پھر جب کبھی یہاں آنا ہوا تم سے ضرور ملوں گا“
ملکہ۔(منیر سے) ”آپ نے تشریف لا کے میری عزت بڑھا دی۔ اب آپ سے تو کدھی کا ہے کو ملاقات ہوگی؟“
مولانا ”ہوگی کیوں نہیں؟ شہزادی نے اِن سے اقرار کرا ہی لیا ہے۔ دو چار روز میں کسی دن آئیں گے“
ملکہ ”جی ہاں آپ ہی کے ایسے رئیسوں سے ہماری عزت ہے۔ دیکھیے بھولیے گا نہیں۔ ضرور تشریف لائیے گا“
منیر ”ہاں ضرور آؤں گا“ یوں دونوں ماں بیٹیوں سے رخصت ہو کے منیر اور مولانا باہر آ کے گاڑی پر سوار ہوئے۔ اور گاڑی کے چلتے ہی مولانا نے کہا ”بھئی منیر۔ آج میں تم سے بہت خوش ہوا۔ تم نے تو بے تکلف ہوتے ہی شہزادی کو مات کر دیا“
منیر ”مجھے آپ سے بڑی ندامت معلوم ہوتی ہے۔ اپنی ان بیحیائی کی باتوں اور بدتہذیبیوں کو یاد کرتا ہوں تو چار آنکھیں نہیں کی جاتیں۔ مگر جب آپ کا حکم ہی ہو تو کیا کروں؟“
مولانا ”کوئی شرمانے کی بات نہیں۔ یہ معمولی باتیں ہیں۔ ہوا ہی کرتی ہیں“
منیر ”خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب تو میں ان باتوں کو آپ کے کہنے سے گوارا کر چکا“
مولانا ”میں آج تمہیں دو تعویذ اور ایک نقش بتاؤں گا۔ مگر تمہیں اُن کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ نقش کی اور ایک تعویذ کی زکوٰۃ تو عروج ماہ میں دی جاتی ہے۔ مگر دوسرے تعویذ کی زکوٰۃ زوال میں دینا پڑے گی۔ اس مہینہ میں چونکہ عروج کا زمانہ بالکل ختم کے قریب ہے اس لیے تین چار روز ٹھہر کے اُس تعویذ کی زکوٰۃ دے دینا جس کو زوال سے علاقہ ہے۔ پھر آیندہ مہینہ کے آغاز میں عروج والے تعویذ اور نقش کی زکوٰۃ دے دینا“
منیر ”زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے؟“
مولانا ”عروج والے تعویذ اور نقش کو جس طرح میں بھرون اُسی طرح ہر رات کو آدھی رات کو بند کمرے میں زمین پر بیٹھ کے سوا دو سو دفعہ زعفران سے بھرو۔ اور زوال والے تعویذ کے لیے ضرور ہے کہ سفید مرغ کے خون سے بھرا جائے۔ رات کو انھیں اُسی مقدار میں بھر کے احتیاط سے اور پاک جگہ پر رکھ چھوڑو۔ اور صبح پو پھٹتے ہی انھیں خود

لیجاکے دریامین ڈال آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ زمین دھوکے اور لیپ کے پاک وصاف
کردی گئی ہو۔ اُس پر فرش نہ ہو۔ دونون طرف دو انگیٹھیون مین لوبان اور عود
سلگتے ہون اور تم صرف ایک کوری چادر احرام کے طریقہ سے باندھے ہو۔ اس کے
سوا اور کوئی کپڑا تمھارے جسم پر نہ ہو۔"

منیر۔" یہ کے دن کرنا پڑے گا؟"

مولانا۔" ہر تعویذ اور ہر نقش کے لیے مسلسل تیرہ دن تک۔ مگر درمیان مین ناغہ نہ ہونے پائے"

منیر۔" انشاء اللہ اس مین فرق نہ ہوگا۔ جس طرح بنے گا مین ان شرطون کو پورا کرون گا"

مولانا۔" اور جب تک زکوۃ دیتے ہو تمھین مچھلی اور گائے کے گوشت سے بھی پرہیز کرنا پڑے گا"

منیر۔" اس کی بھی پابندی کرلون گا۔"

مولانا۔" دو مہینہ کے اندر تمھین تینون زکواتون سے فراغت ہوجائے گی۔ پھر اُس کے
بعد سے مین جہان کسی جن یا بھوت کے اُتارنے کو جاؤن گا تمھین ساتھ لیا کرون گا۔
مین ایک فلیتہ بھی بتاتا۔ مگر اُسے بعد بتاؤن گا۔"

منیر۔" تو کیا اس درمیان مین جناب یہان نہ آئین گے؟"

مولانا۔" آؤن گا کیون نہین؟ اکثر آؤن گا۔ اور تمھارے ہی یہان ٹھہرون گا۔ مگر
دو مہینہ تک تمھین اور کچھ نہین بتا سکتا۔"

منیر۔" اچھا تو مہربانی کرکے آج اپنے نجوم کے حساب سے اس ہفتہ مین کوئی ایسا دن بتا دیجیے
جو شادی کے لیے مبارک ہو۔"

مولانا۔ (خوش ہوکے) "تمھاری شادی کے لیے؟ وہ ملتوی کرنے کا خیال تو اب نہین رہا؟"

منیر۔" جی نہین۔ جب سب کو اصرار ہے تو انکار کرنے سے کیا فائدہ؟"

مولانا۔" خیر تو مجھے اسی ہفتہ مین شادی کی شرکت کے لیے پھر آنا پڑے گا؟ یہ تم نے
بڑی خوشخبری سنائی۔"

منیر۔" بے شک آپ کی شرکت لازمی ہے۔"

مولانا۔" آج کون دن ہے؟ پیر۔ اب کی جمعہ کو شادی ہوجائے۔ تاریخ دن سب
اچھے ہین۔ جمعہ کو جاؤ اور ہفتہ کو دُلھن بیاہ لاؤ۔ مگر دلھن کے لانے مین حفاظت کا
پورا انتظام کردینا۔ تمھاری برات کوئی معمولی برات نہ ہوگی۔ سارے شہر مین مشہور

ہو جائے گی۔ اور بڑے بھلے سب ہی لوگ شریک ہوں گے۔"

منیر۔ (حسرت کے لہجہ میں) "خیر اب تو جو ہونا ہے ہوگا۔ میری احتیاط اور حفاظت سے کیا ہوتا ہے؟"

مولانا۔ "تم گھبراؤ نہیں۔ خدا نے چاہا تو دلہن کی ہنیں کو مجال کیا کہ کوئی ہاتھ لگا سکے؟۔ میں بھی کوئی بات اُٹھا نہ رکھوں گا۔"

اتنے میں گھر آیا۔ اور دونوں گاڑی سے اُتر کے اندر گئے۔ عشاکی نماز پڑھی جس کے بعد مولانا تو پلنگ پر لیٹے اور منیر میز کے پاس بیٹھ کے کچھ لکھنے پڑھنے لگا۔

آٹھواں باب

آہ! وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا

اب اس وقت تنہائی میں منیر کو اپنی معشوقہ باوفا مہ لقا یاد آئی۔ دل میں کہا "کیا ہندوستان میں ایسی عجیب و غریب عورت اور اس سے زیادہ اُولوالعزم اور جاں نثار قوم نازنین ہو سکتی ہے! شاید کبھی پہلے ایسی حوصلہ مند عورتیں یہاں پیدا ہوئی ہوں مگر اب تو نہیں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ خیال اُس کے دل میں کیونکر آیا؟ شرافت پر جان قربان کرنے کو اکثر عورتیں تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ تو جان کے ساتھ عزت و آبرو کو خیرباد کہنے پر بھی تیار ہو گئی۔ بہ ظاہر اس کام میں سوا خطروں۔ ناکامیوں اور بے آبروئی کے کچھ نہیں نظر آتا۔ مگر وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتی۔ میں تو اس کے بس میں ہوں۔ اور ممکن نہیں کہ اُس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کروں۔ میں تو شادی کو ٹرکوا دیتا۔ اور اس وقت تک روکے ہی ہوئے ہوں۔ مگر میں ایسی مکر و فریب کی کارروائی نہیں کر سکتا کہ اُس سے تو وعدہ کروں اور پیٹھ پیچھے اُس کے خلاف سازش کروں۔ رہے ابا جان اور اماں جان اور اُن کے ساتھ خالو ابا اور خالہ اماں (ساس سسرے) اُن میں سے کوئی بھی آج کل کی حالت کا اندازہ نہیں کرتا۔ سب اصرار کر رہے ہیں کہ جس قدر جلد ہو سکے شادی ہو جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دلہن کے سلے آنے کا پورا بندوبست کر لیں گے۔ میں نے ذرا بھی آمادگی ظاہر کی تو فوراً شادی ہو جائے گی۔ سب سامان موجود ہے۔ کسی بات کا انتظار باقی نہیں رہا۔ بہر حال خدا ہی حافظ ہے۔

دیکھیے مہ لقا سے وصال نصیب ہوتا ہے یا وہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے چھوٹتی ہے۔" انھیں خیالات کے سلسلہ میں اُسے وہ کاغذ یاد آیا جو مہ لقا نے رخصت ہوتے وقت اُسے دیا تھا ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ہے تو نہیں۔ سب طرف سناٹا تھا جس میں مولوی سعد اللہ کے خراٹوں کی آواز ایک وحشت پیدا کر رہی تھی۔ چپکے سے اُٹھ کے لباس کے کمرے میں گیا اور جو شیروانی پہنے ہوئے مہ لقا کے پاس گیا تھا اُس کی جیب سے وہ کاغذ نکال لایا۔ مہ لقا کی نقاشی کے کمال کا پہلے ہی سے قائل تھا۔ اب اُس نے مصوری سے تحریر کا جو کام لیا تھا اُسے دیکھ دیکھ کے عش عش کر گیا۔ بار بار غور کر کے حرفوں کو خوب ذہن نشین کیا۔ قلم اُٹھا کے بیل بوٹوں کے حرفوں کو بکرر مکرر اپنے ہاتھ سے لکھا۔ اور اُس عبارت کے پڑھنے کی کوشش کرنے لگا جو مہ لقا نے حروف تہجی کے نیچے لکھی تھی۔ بڑی کوشش سے رُک رُک کے اور سوچ سوچ کے اُس کے لفظوں کو اپنے خط میں لکھنے لگا۔ اور آخر تک لکھ لینے کے بعد پڑھا تو یہ عبارت تھی:—

"میرے دل کے چراغ نصیر۔ میں تم پر اور اپنی تمام بہنوں پر قربان ہونے کے لیے جاتی ہوں۔ پانچ برس تک میرا انتظار کرنا۔ پھری تو پھری۔ نہیں تو سمجھنا کہ تم سے قربان ہو گئی۔ تم کسی شریف گھرانے میں شادی کر لینا۔ خدا حافظ۔ جو جیتے رہے تو مل جائیں گے۔

تمھاری جان نثار لونڈی مہ لقا"

یہ رقعہ پڑھتے ہی نصیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اندوہ ملال اور بڑھا تو زار و قطار رونے لگا۔ جب رونے کا طوفان رُکا۔ آنسوؤں کا مینہ تھما۔ اور آہوں کے جھونکے جن کے ہولناک تھپیڑوں سے کشتی عمر ڈگمگا رہی تھی کم ہوئے تو آنسو پونچھ کے کہنے لگا" افسوس۔ کوئی کوشش مہ لقا کو اُس کے ارادوں سے نہیں روک سکتی۔ اور میں مجبور ہوں کہ جو وہ کہے مان لوں۔ اور جہاں تک بنے اِس خطرناک سفر میں اُس کی اعانت و رفاقت کروں۔ دل چاہتا ہے خون ہو کے آنسوؤں کے ساتھ بہہ کیوں نہ جائے۔ اور جان رہے یا جائے میں تو اب وعدہ کر چکا۔ آج ہی والدہ سے کہ کے نکاح کی وہی تاریخ مقرر کرا دوں گا جو مولانا نے تجویز کی ہے۔ پھر اُس کے بعد کیا ہوگا؟ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

اب آنکھوں میں نیند بھر آئی تھی منیرہ لقا کے اُس رقعہ کو ایک دفعہ چوم کے اور آنکھوں سے لگا کے صندوقچہ میں بند کر دیا۔ اور پلنگ پر لیٹ کے سو رہا۔ صبح کو نماز کے بعد ہی باپ کے پاس گیا۔ جو وظیفہ میں مصروف تھے۔ کئی منٹ تک اُن کے پاس خاموش بیٹھا رہا تو انھوں نے پوچھا "کیوں بیٹا خیریت ہے؟"

منیر: "جی ہاں سب خیریت ہے۔ مجھے ایک ضروری امر عرض کرنا تھا۔ اگر آپ کو فرصت ہو تو عرض کروں۔" محمد نصیر نے اجازت دی اور اُس نے کہنا شروع کیا کہ "شادی کے معاملہ میں اس وقت تک تو میری رائے یہ تھی کہ ابھی ملتوی رکھی جائے۔ مگر اب ایسے وجوہ پیش آئے ہیں کہ [illegible] آیندہ اس میں تامل نہ کیا جائے۔"

محمد نصیر نے یہ الفاظ سُن کے بیٹے پر سر سے پاؤں تک ایک محبت کی نظر ڈالی۔ اور ذرا تامل کے بعد کہا "تمھاری یہ درخواست سُن کے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ آج تمھاری یہ سعادت مندی دیکھ کے مجھے تم پر پورا بھروسا ہو گیا۔ اور یقین آ گیا کہ اب کبھی تمھارے قدم کو دنیا کے نشیب و فراز میں لغزش نہ ہوگی۔ تمھاری سسرال والے پہلے ہی سے تقاضا کر رہے ہیں۔ بلکہ ہماری طرف سے جو تساہل ہو رہا ہے اُس کے شاکی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن کہوں گا تمھارے خالو منظور کر لیں گے تو جس دن کہو عقد کر دیا جائے۔"

منیر: "مگر میں یہ نہیں سمجھا کہ میری یہ خواہش سُن کے جناب کو یک بیک میری جانب سے کیوں اطمینان ہو گیا؟"

محمد نصیر: "منیر! کل رات تک میں تمھاری حالت سُن کے نہیں کہہ سکتا کس قدر پریشان تھا۔ یا میری رائے قائم ہو گئی تھی کہ تم بگڑ رہے ہو۔ اور ایسا تمھارا سنبھلنا دشوار ہے۔ لیکن آج بفضلہ تعالیٰ میں نہایت ہی خوش اور مطمئن ہوں۔" [illegible]

منیر: "حیرت ہے! کل تک جناب نے مجھے نالائق [illegible] سمجھ رکھا تھا؟" ۱۰ اپنے

محمد نصیر: "میں اگرچہ خلوت نشین ہوں اور [illegible] شاہزادی نے

کی حالت مجھے معلوم ہوتی رہتی [illegible] ہے کسی حد تک

مولوی سعد اللہ کے ساتھ ایک بار [illegible] دل کو منیر کے ساتھ

صدمہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کو وہ خود تم سے ملنے کو یہاں آئے [illegible] پہتی ویسی بے تکلف اور

نہایت شرمناک اور بیہودہ اختلاط ہوتا رہا۔ جب یہ حال معلوم ہوا تو مجھے بھی تمھاری طرف سے بالکل مایوسی ہو گئی۔ اور یقین آ گیا کہ تم شادی کو جو ٹال رہے ہو یہ انھیں آوارگیوں کی وجہ سے ہے۔ اور شہر کے ہنگاموں کو تم نے صرف بہانہ قرار دے لیا ہے۔ اس کے بعد رات کو تم پھر اُس ناپاک عورت کے گھر گئے۔ اور میں نے افسوس کے ساتھ دل میں کہا اب یہ مرض لاعلاج ہو گیا۔ آج ارادہ کر چکا تھا کہ بعد فراغ تم کو بلا کے سرزنش کروں اور گو کہ اصلاح کی کوئی امید نہیں ہے مگر جو تدبیریں امکان میں ہوں اُن پر عمل کروں۔ لیکن خلاف امید تم نے اس وقت آ کے شادی کی درخواست کی جس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس تجربہ ہی سے پیچھا چھڑانے کے لیے تم نے شادی کا ارادہ کیا ہے۔"

باپ کی زبان سے اپنی گزشتہ چند روز کی بُری روش کا حال سُن کے اور یہ دیکھ کے کہ انھیں ہر ہر بات کی پوری پوری اطلاع ہوتی رہی ہے اُس نے ندامت سے آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور پسینہ پسینہ ہو کے کہا "بے شک میرے لیے یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ لیکن میں قسم کھا کے عرض کرتا ہوں کہ میری نیت میں کسی قسم کا فتور نہ تھا۔ مولانا اپنے عمل کا زور اور حاضرات کا تماشا دکھانے کے لیے مجھے اُس کے گھر لے گئے تھے۔ جہاں میں نے عجیب عجیب باتیں دیکھیں۔ اور اُن باتوں کا قائل ہو گیا جن کو نہ مانتا تھا۔ دوسرے دن وہ مولانا کا شکریہ ادا کرنے اور انھیں سے ملنے کے لیے یہاں آئی۔ مجھے یہ سخت ناگوار تھا مگر مجبوری تھی۔ اور اپنی اخلاقی کمزوری سے مجھے اس کی جرأت نہ ہوئی کہ بے مروتی کر کے اُسے اپنے گھر سے نکال دوں۔ اُس نے جیسی جیسی بے اعتدالیاں اور بے شرمی کی حرکتیں کیں اُن کو گوارا کیا۔ یہاں سے جاتے وقت اُس نے اپنے وہاں رات جلسے میں شریک ہونے کی دعوت دی اور میں نے تو قبول نہیں کیا تھا مگر مولانا صاحب نے میرے لیجانے کا وعدہ کر لیا۔ اُس کی (؟) رات کو زبردستی پکڑ لے گئے۔"

"یہ بھی کیوں؟" مجھے خود ہی یقین تھا کہ تمھاری نیت میں فتور نہ ہوگا۔ مگر ایسی صحبت سے والدین کے کہ بے نہ رہتی۔ کاجل کی کوٹھری میں جاؤ گے تو کپڑے ضرور کالے ہوں گے۔ اُس کے بعد کیا ہوگا؟ دو دفعہ جاؤ گے تو مزاج میں پوری آوارگی آ جائے گی۔ مجھے ایسا سے استاد تمھیں خراب کر رہے ہیں۔ اور اُن کا یہاں آنا ٹھیک

منیر " مین وعدہ کرتا ہون کہ پھر کبھی آپ میری شکایت نہ سُنین گے ۔ مگر مولانا کا آنا
آپ موقوف نہ کرین ۔ مجھے اُن سے کئی بہت ضروری کام لینا ہین "

محمد نصیر " تمھاری خوشی ہے تو مین منع نہین کرتا ۔ مگر ہوشیار رہو ۔ اور ہر امر مین اپنا
نیک وبد سمجھ لیا کرو ۔ تم نے اس وقت شادی کو جو کہا اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ اسی
لغزش سے بچنے اور ایسی صحبتون کے اثر سے محفوظ رہنے کے لیے تم نے اس کا ارادہ کیا ہے
جو تمھاری سعادت مندی کی دلیل ہے ۔ تاہم میری اتنی نصیحت یاد رکھو کہ مولانا
سے ملو لیکن پھر کبھی کسی بازاری عورت کے گھر پر نہ جانا "

منیر " (ذرا تامل اور پس وپیش کے ساتھ) " مگر ابا جان ایک مرتبہ تو مجھے اُس کے
وہان ضرور جانا پڑے گا ۔ اُس سے قول ہار چکا ہون ۔ تاہم عہد کرتا ہون کہ اُس کے بعد
پھر کبھی نہ جاؤن گا ۔ لیکن مجبوراً کبھی اور بھی اس کی یا کسی اور کے وہان جاؤن تو آپ معاف کر دین "

محمد نصیر " خیر تم ضرورت سمجھتے ہو تو جانا ۔ خدا تمھین ہر جگہ سے پاک وصاف لے آئے
اور اُس کے شر سے محفوظ رکھے "

منیر " اتنی اجازت اور چاہتا ہون کہ مجھے عمل اور حاضرات کا شوق ہو گیا ہے ۔ اس
ضرورت سے کبھی کبھی ایسی جگہون مین جانا ہو گا ۔ آپ معاف فرماوین "

محمد نصیر " یہ عمل وغیرہ سب مہمل اور لغو چیزین ہین ۔ خدا کی عبادت کرو ۔ دل کو پاک و
صاف رکھو ۔ گناہون سے بچتے رہو ۔ اور یہ بات پیدا کرو کہ تمھارے دل مین معاصی کا
خیال تک نہ آئے ۔ خود ہی تمھاری زبان مین اثر پیدا ہو جائے گا ۔ اور ایسی قوت اور
حکومت حاصل ہو جائے گی کہ عمل اُس کے آگے کوئی چیز نہین ۔ اور بڑے بڑے لرم ہو گی
عامل تمھارے سامنے پانی بھرنے لگین " یہ جما تھا جیسا کہ

منیر " یہ آپ بجا ارشاد فرماتے ہین ۔ مگر چند روز کے لیے تو مجھے اس کی متوجہ ہو کے اپنے

محمد نصیر " تمھین اس کا شوق ہے تو مین منع نہین کرتا ۔ میرا سن گیا تھا ۔ شاہزادی نے
اور قیدون اور پابندیون سے اخلاقی تعلیم نہین ہوتی ۔ بلکہ اُنھین اس مین چاہیے کسی حد تک
آزادی اور عقلمندی سے وابستہ ہے ۔ اور ہمارا آزادی ہے جو دراصل اُس کے دل کو منیر کے ساتھ
ہوتے ہین مگر وہ بے عقلی کی آزادی ہے ۔ صاحب بیٹھ کے وہ ہزار چاہتی ویسی بے تکلف اور
کوئی برکت نہین ۔ ہمارے دین مین عقل

میری یہ باتیں یاد رکھو کہ عقل کو ہمیشہ اپنا سچا مشیر سمجھو۔ اور پورے آزاد بن جاؤ۔ خیر یہ باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔ اب یہ بتاؤ کہ کس دن تمھارا عقد ہو؟"

منیر "مولانا۔ تو آیندہ جمعہ کو تجویز کرتے ہیں۔ اُسی دن عقد ہو اور رخصت ہو"

محمد نصیر "بہت بہتر ہے۔ بارک اللہ یوم السبت والخمیس۔ میں آج ہی انتظام کرتا ہوں۔ کل چیزیں تیار ہیں۔ کسی بات کا انتظار نہیں۔ صرف تمھارے تامل کی وجہ سے یہ کام اب تک رُکا رہا۔ تمھاری خالہ خفا ہی ہوئی جاتی ہیں۔ انشاء اللہ آج ہی کہلا بھیجوں گا۔ اور کل دعوت کے رقعہ چھپوا کے شہر میں تقسیم کرا دوں گا"

منیر "میں چاہتا تھا کہ یہ کام بالکل معمولی طور پر بغیر کسی طرح کی رسموں کے ہوتا"

محمد نصیر "رسموں کے بارے میں تمھیں اختیار ہے۔ مگر عورتوں اور پُرانے احباب نے اگر اصرار کیا تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ اور تم بھی گوارا کر لینا۔ لیکن دعوت بہت ضروری چیز ہے۔ اور یہ بھی لازمی ہے کہ تمام معززین شہر اس تقریب میں شریک ہوں"

منیر "آپ کو اختیار ہے" یہ کہہ کے منیر اپنے مردانے مکان میں آیا۔ مولانا وظائف سے فارغ ہو کے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ منیر نے اُن کو تاکید کر دی کہ شادی کی شرکت کے لیے جمعرات کو ضرور آ جایئے گا۔ پھر اُنھیں رخصت کر کے اپنے معمولی کاموں میں مشغول ہوا۔

شادی کا وقت اور زمانہ مقرر ہوتے ہی محمد منیر اور مہ لقا کے مکان شادی اور دھوم دھام کے گھر بن گئے۔ مہ لقا کی ماں نے جیسے ہی سُنا کہ اب کی جمعہ کو برات آئے گی جلدی جلدی جلسے بجا لائیں۔ فوراً خوشی خوشی شادی کا اہتمام کرنے لگیں۔ محمد نصیر نے رقعہ چھپوا کے جانے و شہر میں تقسیم کرا دیے۔ اور چونکہ سارے جلال نگر میں یہ سب سے اونچا اور رئیسوں میں سے نوبت ہی دولت مند خاندان تھا شہر کے وضیع و شریف اور امیر و غریب اس کی برات کو زبردست اکا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور لوگ آ آ کے محمد نصیر کو مبارک باد دیتے تھے

یہ بھی کیوں؟ "مجھے خود ہی۔" اگرچہ منیر کو تامل تھا مگر محمد نصیر کے خیال کے مطابق عورتیں کیوں والدہ سے کر کے نہ رہتی۔ کاجل و اُنھوں نے اپنی تمام قدیم سنتیں پوری کر ہی لیں۔ محمد نصیر اس کے بعد کیا ہو گا؟ قعہ جاؤ گے تو ہمارا ساتھ ہر کام کے انجام دینے میں مشہور تھے۔ بیٹے کی سے اُستاد تھیں خرانتہا مگر رات دن محنت کر کے سارے شہر کے

امیرون اوسط درجہ کے خوش باشون اپنے تمام ملنے والون مین تورے تقسیم کرا دیئے اندر باہر کے تمام ملازمین بلکہ آنے جانے والے غریبون اور محلہ کی چونٹی چونٹی کو جوڑے دیئے گئے۔ اور جمعہ کے دن جبکہ دروازے پر نوبت بج رہی تھی، ہر قسم کے باجے والے جمع تھے۔ دوپہر نہین ہونے پائی تھی کہ نوکرون چاکرون اور پاس پڑوس کے غریبون مین سے کوئی نہ تھا جو نیا پر تکلف جوڑا نہ پہنے ہو۔ خصوصاً مولانا سعداللہ کو جو حسب وعدہ کل ہی سے آکے موجود ہو گئے تھے اور دولہا کے اُستاد ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے حقوق رکھتے تھے ایک بھاری جوڑا دوشالہ اور پانچ سو روپیہ انعام دیا گیا۔ یہ نعمت غیر مترقبہ پا کے وہ مارے خوشی کے پھولے نہین سماتے تھے۔

دوپہر سے پہلے برات بڑی دھوم سے روانہ ہوئی۔ دُلھن کے مکان پر بھی بہت ہی تکلف کا سامان کیا گیا تھا۔ محفل مین دولہا کے گرد تمام معززین شہر رونق افروز تھے۔ ناچ رنگ کو منیر ہرگز نہین پسند کرتا تھا۔ مگر محمد نصیر کو اُن کے اکثر معزز دوستون نے مجبور کر دیا۔ اور گو کہ وہ شہر کے متقی و پرہیزگار رئیسون مین تھے مگر اس موقع پر اُن سے اتنی اخلاقی کمزوری ضرور ظاہر ہوئی کہ عام لوگون کا رجحان دیکھ کے اور اپنے تمام پرانے دوستون کا تقاضا سُن کے صرف اسی قدر نہین کیا کہ ناچ کو منظور کر لیا بلکہ خود بھی ایسی خلاف شرع محفل کی شرکت گوارا کر لی۔ جس طرح شاعرون کی توبہ فصل گل مین ٹوٹ جایا کرتی ہے اُسی طرح ہمارے دیندار رئیس محمد نصیر کی توبہ بیٹے کی شادی مین ٹوٹ گئی۔ اور واقعی اُن کی فصل گل یہی مبارک دن تھا۔ اور جب خود اس پر آمادہ ہوئے تو بیٹے کو بھی سمجھا بجھا کے راضی کر لیا۔ الغرض ہمارے مہذب نوعمر دولہا کی شادی مین نہین نہین کرنے پر بھی رقص و سرود کی محفل گرم ہو گئی مگر یہ عجیب بات تھی کہ بڑے بڑے مشہور طائفون کا رنگ ایسا نہ جما تھا جیسا کہ شہزادی نے کھڑے ہوتے ہی جما لیا۔ اُسے آج دولہا کی طرف متوجہ ہو کے اپنے نازو انداز اور اپنی دلفریب ادائین دکھانے کا موقع مل گیا تھا۔ شہزادی نے دو ایک ملاقاتون مین منیر کے ساتھ جو دلی تعلق ظاہر کیا اس مین چاہے کسی حد تک بناوٹ اور اُس کے پیشہ کو بھی دخل ہو لیکن دراصل اُس کے دل کو منیر کے ساتھ ایک قسم کا لگاؤ ہو گیا تھا۔ کسی اور کے پاس بیٹھ سکے وہ ہزار چاہتی ویسی بے تکلف اور

شوخ و گستاخ نہین ہوسکتی جیسی کہ منیر کی صورت دیکھتے ہی اُس کے دل مین ایک گدگدی سی پیدا ہوجاتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے منیر سے ملاقات ہونے سے پہلے ہی وہ کہین اُس کی صورت دیکھ کے فریفتہ ہوگئی تھی۔ بہرحال اس صحبت مین وہ اس طرح دل لگا کے اور کچھ ایسے ذاتی ذوق و شوق سے ناچی گائی کہ بڑی بڑی مشہور گانے ناچنے والیون کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اور اسی محفل سے اُس کا نام سارے شہر مین اور اُس کے بعد دُور دُور کے رئیسون مین مشہور ہوگیا۔ ساری محفل محو تھی۔ خود منیر کا دل کھنچا جاتا تھا۔ اور مولوی سعد اللہ باوجود ایسی مہذب صحبت ہونے کے بار بار بے اختیار ہوکے اُس کے کمال کی داد دینے لگتے تھے۔ شہزادی مجرے مین بار بار منیر کی طرف مخاطب ہوتی۔ اور پاس آ آ کے اپنی بیتابی کے ناز و انداز سے اُسے اپنی طرف متوجہ کرلیتی۔ مگر منیر کبھی نظر اُٹھا کے بھی نہ دیکھتا۔ اتنے مین اُس نے ایک نئی غزل شروع کی جو اس سے پیشتر کبھی کسی محفل مین نہین سُنی گئی تھی۔

دیکھ ادھر او مرے وعدون پہ کھلانے والے ۔ پھر وعدے پہ نہ آنے نہ بلانے والے

یہ مطلع اُس نے کچھ ایسے سچے جوش سے تاکے گایا کہ ساری محفل چونک پڑی۔ اور منیر ندامت سے پسینے پسینے ہوگیا۔ کیونکہ اُس کے لیے پوری پوری پتہ کی بات تھی۔ دوسرا شعر اس سے بھی سے زیادہ حسرت آمیز تھا۔

کچھ خبر بھی ہے تجھے کس پہ گزرتی کیا ہے؟ ۔ بے وفا او مجھے مٹی مین ملانے والے

اس شعر نے منیر کو اور زیادہ بیتاب کر دیا۔ اگرچہ دو طرح دبا ہوا خاموش بیٹھا تھا مگر سنتے ہی اچھل سا پڑا۔ اور اُسے متاثر دیکھ کے شہزادی نے تیسرا شعر گایا

لے چلا دل کو ہی تو جان بھی حاضر ہے لے ۔ چھوڑ کر مجکو مرے ہاتھ سے جانے والے

یہ شعر سنتے ہی منیر نے نظر اُٹھا کے شہزادی کی صورت دیکھی۔ چار آنکھین ہوتے ہی اشارے اشارے مین کہہ دیا کہ یہ کیا بیہودگی ہے اس سرزنش کا جواب شہزادی نے چوتھے شعر مین دیا کہ

وصل دشمن کی یہ امید نہ برآئے کبھی ۔ تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

منیر اس شعر کو سُن کے دل ہی دل مین تڑپ گیا جس طرح عورتین کوئی تحفہ کلمہ سن کے ڈر جاتی ہین اُسی طرح شہزادی کی اس بددعا پر منیر کا دل دھڑکنے لگا۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے آکے نکاح پڑھا۔ ہر طرف سے مبارک سلامت کا غل ہوا۔ رنڈیون نے ہاتھ مل کے نغمۂ مبارک باد گایا۔ پھر لوگ دولھا کو اندر لے گئے۔ عورتون نے اپنی رسمین پوری کین۔ اور صبح ہوتے ہی برات دھوم دھام اور تزک و احتشام سے واپس روانہ ہوئی۔ محمد نصیر نے پولیس کا ایک پورا گارد منگوا لیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جوان دُلھن کی فنس کو گھیرے ہوے تھے۔ چونکہ بڑی شان و شکوہ کی اور بڑی مشہور برات تھی اور شہر کے ادنیٰ و اعلیٰ ہر شخص کو اس کے دیکھنے کا شوق تھا اس لیے جن جن سڑکون سے برات گزری خلقت کا بڑا ہجوم تھا۔ اور جدھر نگاہ پڑتی لوگون کا ٹھٹھ لگا نظر آتا۔ خصوصاً ایک سڑک پر جو بہ نسبت دوسری گزرگاہون کے تنگ تھی اس قدر بھیڑ تھی کہ برات کا گزرنا دشوار ہو گیا۔ ریلے اور گھس کے سبب کئی جگہ لوگون مین ہشت مشت بھی ہو گئی۔ اور ایک جگہ تو بازار والون اور جلوس کے لوگون مین لاٹھی بھی چل گئی۔ موقع پا کے پولیس والون نے ڈنڈے بازی شروع کر دی اتنے مین ایک ایسا زبردست ریلا آیا کہ پولیس والے الگ جا پڑے اور تماشائی ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ آخر پولیس والون نے ڈنڈے مار مار کے لوگون کو ہٹایا برات کے منتظمین پیچھے کی طرف لپکے کہ جہیز کا سامان نہ لٹ جائے۔ گھبراہٹ مین سائیس دولھا کے گھوڑے کو ایک تنگ گلی مین ہٹا لے گیا۔ اور کہار دُلھن کی پینس کو لے کے بھاگے تو ایک دوسری گلی مین گھس پڑے۔ کوئی آدھ گھنٹہ مین ہنگامہ موقوف ہوا تو دو تین آدمی جو زخمی ہو کے گر گئے تھے ہاسپٹل بھیجے۔ اور برات اُسی پہلی ترتیب اور شان و شوکت سے آگے بڑھی۔

تھوڑی دیر مین برات گھر پر پہونچی۔ اور عین اُس وقت جبکہ ڈیوڑھی پر لوگ کھچا کھچ بھرے ہوے تھے اور ہر قسم کے باجے زور و شور سے بج رہے تھے دولھا گھوڑے سے اُتر کے ڈیوڑھی مین آگیا کہ حسب رسم زمانہ دُلھن کو گود مین اُٹھا کے اندر لے جائے۔ کہارون نے لڑنے جھگڑنے کے بعد جب خوب جی بھر کے انعام پا لیا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کے پینس زمین پر رکھی۔ اور باہر چلے گئے۔ پردہ ہوتے ہی زنانے کی ساری بی بیان ڈیوڑھی مین [illegible] نازک ادا تنگ کے پیچھے لڑتی رہی اور کسی کو پینس مین ہاتھ نہین لگانے دیتی تھی۔ اُس کے بعد چند اور رسوم ادا ہوئے اور کوئی پندرہ بیس منٹ مین جب یہ سب جھگڑے طے ہو لیے تو منیر نے پینس کا پردہ اُٹھا۔ اور اندر جھک کے ارادہ کیا کہ دُلھن کو

اُتارے۔ مگر دیکھتا کیا ہے کہ بجاے دُلھن اور اُن دو عورتون کے جو اُس کے ساتھ تھین پتھر کی کئی سلین رکھی ہوئی ہین اور کچھ نہین۔ ایک بیتابانہ چیخ اور فلک دوز آہ کے ساتھ پیچھے ہٹا اور کہا "آہ! وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا!" ساتھ ہی اور لوگون نے جھک کے دیکھنا شروع کیا۔ اور یکایک ساری برات مین غل مچ گیا کہ دُلھن غائب ہے۔

یہ واقعات سُن کے کہار بلوائے گئے اور ڈرا دھمکا کے اُن سے دریافت کیا گیا تو انھون نے بیان کیا کہ جب راستہ مین مار پیٹ اور بلوہ ہونے لگا تو ہم ڈر کے مارے پینس کو لے کے بھاگے اور ایک تنگ گلی مین چلے گئے جس کی چھت پٹی تھی گلی مین سو دو سو قدم جا کے جب دیکھا کہ اندھیرا زیادہ ہے تو پینس زمین پر رکھ دی۔ اور پاس کھڑے ہو گئے۔ مگر ہم مین سے ایک کہار سڑک کے قریب اور گلی کے نکڑ پہ آ کے کھڑا ہوا کہ بلوہ موقوف ہو اور راستہ کھلے تو ہم سے پکار کے کہہ دے۔ اُس کہار سے وہان کسی شخص سے جھگڑا ہو گیا۔ جس نے اُسے ڈھکیل کے بیچ سڑک پر کر دیا اور چار پانچ تھپیڑ مارے۔ اُس کا شور سُن کے ہم سب اُس کی مدد کو دوڑے۔ اُس شخص نے جب دیکھا کہ اپنے ساتھی کی مدد کو ہم سب آ گئے ہین تو تھوڑی دیر گالی گلوچ کی پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور بھیڑ مین غائب ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ دیر تک تو ہم اُسے ڈھونڈھتے رہے۔ مگر جب پتہ نہ لگا تو واپس آئے۔ اِس کے چند منٹ بعد سڑک پر سے بھیڑ چھنٹی۔ برات کا جلوس مرتب ہوا۔ اور دولھا میان سامنے آئے تب ہم بھی پینس کو لے کے آ گئے۔ اتنی دیر مین جو کچھ ہوا ہو ہو گیا ہو باقی اور کسی جگہ تو کوئی ایسی بات نہین ہوئی کہ پینس مین سے سواریان غائب ہو جائین۔"

محمد نصیر۔ "تم پینس کو گلی مین اکیلا چھوڑ کے چلے آئے۔ اور اس کا خیال نہ کیا کہ آس پاس کوئی نہین ہے؟"

کہار۔ "حضور ہم تو ایک پل کو بھی نہ ہٹتے۔ مگر وہ جھگڑا ایسا ہو گیا کہ اس کا ذرا بھی خیال نہ رہا اور سب کے سب سڑک پر دوڑ گئے۔"

محمد نصیر۔ "آخر تم جب وہان پینس چھوڑ کے آئے تھے تو کسی کی کچھ آواز یا کسی قسم کا شور و غوغا بھی سُنا تھا یا نہین؟"

کہار۔ "ہم نے کچھ بھی نہین سُنا۔ سنتے تو دوڑے نہ جاتے؟"

یہ واقعات سُن کے محمد نصیر خاموش ہو گئے۔ اور گرد و پیش جتنے لوگ کھڑے تھے

سب پر چند منٹ تک تو ایک سناٹا طاری رہا۔ پھر سب محسوس کرنے لگے کہ کتنا بڑا غضب ہو گیا۔ اور یہ گھر کیسا بن بنا کے بگڑ گیا۔ ہر طرف سے آہ و بکا اور نالہ و زاری کی آواز بلند ہوئی۔ گھر میں ماتم ہو رہا تھا۔ اور سارے براتیوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ دم بھر میں سمدھیانے میں خبر ہو گئی۔ اور دوپہر سے پہلے ہی دونوں شادی کے گھر ماتم کدے بن گئے۔ اور دونوں جگہ کہرام مچا ہوا تھا۔

نواں باب

میاں مہربانان کے تواں گفت　　کہ یارِ من چنین گفت و چنان کرد

یوں تو مہ لقا کے غائب ہو جانے کا غم سب کو ہی تھا۔ سارا شہر کفِ افسوس مل رہا تھا۔ خصوصاً اُس کی ماں جہاں آرا بیگم کی حالت تو بیان ہی نہیں ہو سکتی جس ماں کی اکیلی ایک ہی لاڈلی اور نازوں کی پلی بیٹی اس طرح پروان چڑھنے کی گھڑی میں یک بیک چھن گئی ہو۔ اور بیٹی بھی مہ لقا کی ایسی لائق و فائق پری جمال و فرشتہ خصال بیٹی۔ اُس کے غم و الم کی کوئی انتہا ہے؟ رات دن رونے دھونے اور گریہ و زاری کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ دولہا کے ماں باپ کو بھی حد سے زیادہ صدمہ تھا۔ محمد منیر کی ماں تو جب یاد آجاتا سر پیٹ کے کہتیں "ہائے میری پیاری بہو!" مگر محمد نصیر دین کے وعدوں پر بھروسہ کر کے اور مذہب کی اعلیٰ تعلیم صبر و سکون سے کام لے کے خاموش اور راضی برضا تھے مگر پھر بھی اکثر دل غمزدہ بیقراریاں دکھانے لگتا اور ایک آہ دلدوز کے ساتھ کہہ اٹھتے "افسوس۔ مجھے ایسی بہو نہ نصیب ہوگی۔"

مگر سب سے زیادہ نازک حالت محمد منیر کی تھی۔ مہ لقا کی ماں اپنی مامتا سے مجبور تھیں۔ ساس سسروں کو باوجود انتہا درجے کے حزن و ملال کے اس خیال سے گونہ تسلی ہو سکتی تھی کہ "خدا محمد منیر کو زندہ و سلامت رکھے ہم دوسری بہو بیاہ لائیں گے۔" مگر محمد منیر کو نظر آتا تھا کہ میری زندگی تباہ ہو گئی۔ اب مجھے نہ ایسی بی بی ملے گی اور نہ کسی سے شادی کروں گا۔ افسوس مہ لقا کے بغیر میں نہیں جی سکتا۔ ملی تو ملی نہیں تو زندگی بھر اُس کے نام پر دھونی رمائے بیٹھا رہوں گا۔ اُس نے اپنے رقعہ میں پانچ سال تک انتظار کرنے کو کہا ہے۔ مگر کوئی اُس کے بس کی بات ہے؟ خدا

جانے وہ کس کے پالے پڑی اور کن آفتون مین مبتلا ہے۔ افسوس اُس نے باوجود عقلمند ہونے کی بڑی بے وقوفی اور ناعاقبت اندیشی کی۔ جان بوجھ کے کوئی کوئین مین نہین گرتا۔ مگر وہ قومی خیرخواہی کے جوش مین اندھی ہو کے کوئین مین پھاند پڑی۔ اور اپنے نیک و بد کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ مگر سوچنا تو یہ ہے کہ مین اب کیا کرون گا؟ اس صدمہ نے اس قابل تو رکھا نہین کہ کوئی کام کر سکون۔ یا کسی مشغلہ مین دل لگے۔ خانگی کاروبار اب میرے لیے ایک بلا ہے۔ اُسے پھر ابا جان کے سپرد کر دون گا تو پھر بیکاری کی گھڑیان کیونکر کٹین گی؟ اور کیا ہوگا؟ افسوس زندگی ہی میرے حق مین عذاب ہو گئی۔ نہ کسی بات مین لطف ہے اور نہ کسی چیز مین مزہ۔ خیر سردست تو یہی مشغلہ رہے گا کہ شب روز مہ لقا کی جستجو مین رہون۔ اور جب تک وہ مل نہ جائے میرے لیے اس سے زیادہ دلچسپ کوئی کام نہین ہو سکتا۔"

اس قسم کے خیالات اُس کے دل مین چکر کھاتے رہتے۔ اور سوا اس کے کہ اپنی گم شدہ دُلھن کی تلاش مین سڑی سودائیون کی طرح شہر کی گلی کوچون کی خاک چھانتا پھرے کسی کام سے مطلب نہ تھا۔ اب اُسے نہ گاڑی پر سوار ہونے کا شوق تھا اور نہ کسی دوست آشنا سے ملنے کا۔ اُس کا یہ پھرنا تو ایک مجنونانہ فعل تھا۔ مگر محمد نصیر اور دیگر اہل خاندان نے مہ لقا کی جستجو مین کوئی بات اُٹھا نہین رکھی۔ لیکن کسی طرح سراغ نہ لگتا تھا کہ وہ کیا ہوئی اور کہان گئی۔ زمین کھا گئی یا آسمان؟ پولیس کو اطلاع ہوئی۔ اور بہ ظاہر اسباب افسران پولیس نے بھی تحقیقات اور سراغ لگانے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ لیکن کسی طرح پتہ نہ لگتا تھا کہ یہ دن دہاڑے کی ڈکیتی کیونکر ہوئی۔ بڑی دشواری یہ تھی کہ شہر بھر پر جنون کا ایسا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اور اسی قسم کے اتنے ایسے واقعات پیش آ چکے تھے کہ سب کو پتہ لگنا دشوار بلکہ غیر ممکن نظر آتا تھا۔ بہتون کا تو یہ خیال تھا کہ یہ انسان کا کام ہی نہین ہے۔ سوا جنون اور شیطانون کے ایسی کارستانی اور کوئی کر سکتا ہی نہین۔ خصوصاً پری شہزادی پر جنون کے شاہزادے نے آ کے لوگون کو بتا بھی دیا تھا کہ یہ کام اُس کے سوا اور کسی کا نہین۔ اور خود محمد منیر کو بھی ایک حد تک اس کا یقین تھا۔ وہ جو شہر مین مارا مارا پھرتا تھا یہ اُس کا ایک اضطراری فعل تھا ورنہ وہ یہ تھوڑا ہی سمجھتا تھا کہ اس جستجو مین مجھے میری مہ لقا مل جائے گی۔

پولیس والون نے کہارون کو حراست مین لے کے بہت کچھ تفتیش کی کہ اُس شخص کا پتا لگے جس نے کہار کو مارا تھا مگر اس شخص کا پتا لگنا کیسا کسی پہ اُس کا گمان بھی نہ کیا جا سکا۔ جن لوگون نے برات مین ہنگامہ اور بلوہ کیا تھا اُن کی نسبت صرف اس قدر معلوم ہوا کہ سب ڈھاٹے باندھے ہوے تھے یہ پتہ نہ لگا کہ کون تھے کہان سے آئے تھے اور کہان غائب ہو گئے۔

چونکہ یہ بہت ہی اہم اور بہت بڑے معزز گھرانے کا واقعہ تھا اس لیے حاکم ضلع اور سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی تفتیش مین سرگرم تھے اور تحقیقات مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ مگر اُن کی کوششین بھی بے سود ہوئین۔ اور کچھ نہ معلوم ہوا کہ یہ کن لوگون کا کام تھا جو یون دن دہاڑے ہزارہا خلقت کی آنکھون مین خاک جھونک کے دُلھن کو چشم زدن مین نکال لے گئے۔

بہرحال جستجو کے معاملہ مین مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ اور محمد منیر کو اب بالکل یقین تھا کہ یہ انسان کا کام نہین جنون ہی کی دست بُرد ہے۔ اب اُسے ایک ہفتہ اسی حالت مین گزر گیا کہ راتون کو پلنگ پر منھ ڈھنک کے روتا اور دن بھر شہر کی خاک چھانتا۔ آج رات بھی یونہین جاگتے اور روتے کٹی۔ اور صبح کو نماز کے لیے وضو کرتے وقت سوجی ہوئی آنکھون کو پانی کے چھینٹے دے رہا تھا کہ اُس کے والد محمد نصیر آ گئے۔ اور جب وہ نماز سے فارغ ہو لیا تو سمجھانے لگے کہ "بیٹا۔ اب غم و الم کو دور کرو۔ اگر خدا کو منظور ہے تو تمھاری دُلھن مل جائے گی۔ مگر اس طرح اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے کیا فائدہ؟ چارون طرف مارے مارے پھرنے اور اس طرح رونے دھونے سے اگر اُس کے مل جانے کی ذرا بھی امید ہوتی تو مین منع نہ کرتا۔ مگر

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال   صد سال میتوان بہ تمنا گریستن

منیر "اباجان۔ مین کامیابی کی امید مین نہین روتا بلکہ اپنی بدقسمتی پر روتا ہون۔ اور ہمیشہ روؤن گا۔ نہ وہ ملے گی اور نہ مجھے کسی حال پہ قرار آئے گا۔ اب گھر کا سارا کاروبار آپ ہی انجام دین۔ میرے کیے کچھ نہ ہو سکے گا۔"

محمد نصیر "یہی کہنے کو آیا ہون کہ تمھاری بے پروائی سے زمینداری کا سارا کام غارت ہوا جاتا ہے آخر کب تک اس غم مین جو دنیا سے بیخبر رہو گے؟"

منیر۔ "زندگی بھر۔ زمینداری جانے اور آپ جانین۔ مجھے اُس سے کچھ سروکار نہین"

محمد نصیر۔ "مین کہتا ہون کہ تم کاروبار مین مشغول ہوگے تو دل بہل جائے گا۔ ا
تمھاری تکلیف کم ہوگی"

منیر۔ "آپ اسے تکلیف کہتے ہین۔ مگر یہ تکلیف میرے لیے تکلیف نہین ہے۔ میرے دل
اگر کچھ صبر و سکون ہوتا ہے تو اسی تکلیف سے"

محمد نصیر۔ "اچھا فی الحال مین تمھاری طرف سے علاقہ کا کام دیکھ لیا کرون گا۔ لیکن تم میر
صلاح پر غور کرو۔ اور دو چار روز مین سوچ کے جواب دو کہ آیندہ تمھارا کیا ارادہ ہے"
یہ کہہ کے محمد نصیر چلے گئے۔ اور منیر دل مین کہنے لگا "افسوس ابا جان کو میرے دل کی
نہین معلوم۔ بھلا اس کو بغیر مہ لقا کے چین آسکتا ہے؟ استغفر اللہ! اب تو زندگی بھر رو
اور اُس کے نام پر جینا ہے۔ اکیلے مین اتنا فائدہ ہے کہ اُس کا خیال دل مین آکے تسلیاں د
اور اُس کی پیاری صورت آنکھون کے سامنے لاکے کھڑی کر دیتا ہے۔ (جوش کے ساتھ)
"دیکھو یاد آتے ہی وہ سامنے آکے کھڑی ہو گئی۔ اب اُس کی زیارت کرون اُس کی پ
باتین سنون یا دنیا کے جھگڑون مین مبتلا ہون؟ (مہ لقا کی خیالی پیکر تصویر کی طرف
متوجہ ہو کے) افسوس! تم اکیلی گئین اور مجھے ساتھ نہ لیتی گئین! یہ تو عہد وفا
خلاف تھا! ہان یہ تم نے سچ کہا کہ تم نے مجھے پہلے ہی سے خبر دے دی تھی۔ بلکہ شادی
اسی نامعلوم سفر کے شوق مین کی تھی۔ لیکن کوئی خط تو بھیجا ہوتا۔ کچھ تو بتایا ہوتا کہ کہان ہو
اور کب آؤ گی۔ وہ تمھارا خط گلشن مجھے خوب یاد ہو گیا۔ تیار بیٹھا ہون کہ تمھاری کوئی
تحریر آئے اور فر فر پڑھ لون۔ اور نہین تو میرا امتحان ہی لینے کے لیے دو سطرین لکھ
ناگہان وہ خیالی صورت نظر کے سامنے سے غائب ہونے لگی۔ اور اُس نے بیقراری کے
ساتھ کہا۔ "آہ! جاتی کہان ہو؟ ٹھہرو ٹھہرو۔ پوری طرح میرا حال تو سُن لو۔ اچھا
یہ بھی نہ سہی۔ نہ کہون گا۔ قسم لے لو جو ایک لفظ بھی زبان سے نکالون۔ مگر خدا کے
لیے یونہین ان پرشوق آنکھون کے سامنے کھڑی رہو۔ بس تم خاموش کھڑی رہو اور
مین تمھارا رخ زیبا دیکھا کرون" یکایک وہ صورت غائب ہو گئی۔ منیر بے اختیار جھپٹا
کہ آنچل پکڑ لے۔ مگر کچھ نہ تھا۔ مایوس و ناکام رہ گیا۔ اور ہاتھ ملنے لگا کہ افسوس
وہ بڑی بے مروتی کرکے چلی گئی۔ اتنے مین اُسے شادی کی رات کا خیال آیا جب

وہ دولھا بنا بیٹھا تھا۔ اور سامنے شہزادی کھڑی مجری کر رہی تھی۔ اُس کی تمام حرکتین اور ادائین یاد کرتے کرتے یہ شعر اُس کی زبان سے نکلا جو دل پر نقش تھا اور بار بار دُہرا جاتا تھا۔

وصل دشمن کی یہ امید نہ بر آئے کبھی ۔۔۔ تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

یہ شعر زبان سے دوہرا کے کہنے لگا "آہ! اُس ظالم نے کیسی بُری گھڑی کوسا تھا کہ صبح ہی کو اُس کی آرزو پوری ہوگئی۔ افسوس نہ وصل کی امید بر آئی۔ اور نہ دل میں تسلی کی ٹھنڈک ہے۔ آتش فراق بھڑک رہی ہے۔ اور مین زندگی سے عاجز ہون۔ کوئی ایسی تدبیر ہوتی کہ شہزادی سے اپنا انتقام لیتا۔ اور اُس کے دل پر بھی وہی گزرتی جو میرے خون شدہ دل پر گزر رہی ہے۔ اُس کی باتون اور لگاوٹ کی حرکتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا دل میری طرف مائل ہے۔ اگرچہ ایسی فاحشہ عورتون اور رنجماؤن کی کسی بات کا اعتبار نہین۔ لیکن خدا کرے یہ صحیح ہو۔ اور وہ میرے لیے ویسی ہی بیتاب و بیقرار ہوجائے جیسا کہ مین مہ لقا کے لیے ہون۔ تو پھر اُسے اس کے کوسنے کا مزہ چکھا دون"

انھین خیالون مین تھا کہ محمود نے آکے چپکے سے کہا "حضور شہزادی آئی ہین اور امیدوار ہین کہ ایک گھڑی کو آپ اُن سے مل لین"

منیر "شہزادی! اس کے آنے کی وجہ؟ کیا کسی نے بُلایا تھا؟ مین اُس سے نہ ملون گا"

محمود "بلایا تو کسی نے نہین ہے۔ مگر حضور سے ہمدردی کرنے کو آئی ہے۔ اور خوشامدین کر رہی ہے۔ دم بھر کو مل لیجئے"

منیر "اکیلی ہے یا اُس کی ماں بھی ساتھ آئی ہے؟"

محمود "اکیلی ہے۔ ساتھ کوئی نہین"

منیر "یہ اور خرابی ہے۔ میرے گھر پر ایسی عورتون کا آنا مناسب نہین ہے۔ ابا جان کو ذرا اسی باتون کی خبر ہوجایا کرتی ہے۔ بھئی مجھے تو اُس سے یہان ملنا کسی طرح مناسب نہین معلوم ہوتا"

محمود "لیکن اب آئی ہے تو مل لیجیے۔ آیندہ ملنا منظور نہ ہو تو منع کر دیجیے گا"

منیر۔ (دل مین) "مجھے تو اس کی صورت سے نفرت ہے۔ وہ میری دشمن ہے۔ اور اسی نے کوس کے یہ قیامت مجھ پر توڑی ہے۔ (آواز سے) خیر اس وقت بلا لو۔ لیکن

پھر کبھی آئے تو مین آج ہی سے حکم دیے دیتا ہون کہ بے مجھے خبر کیے واپس کر دینا"
محمد و "بہت بہتر" یہ کہہ کے گیا اور شہزادی کو اپنے ساتھ لے آیا۔
شہزادی مسکراتی اور اپنی عادت کے موافق نزاکت سے قدم اُٹھاتی ہوئی آئی۔ اور پاس کرسی پر بیٹھ گئی۔ پہلے تو اُس نے شوخ چشمی سے کچھ چھیڑ نے کا ارادہ کیا مگر منیر کی حسرت آلود صورت دیکھ کے اپنا چہرہ بھی حسرت ناک بنا لیا۔ اور بولی "کیا کہون یہ حال سُن کے کیسا صدمہ ہوا ہے! اب تو یہ شہر بسنے ہی کی قابل نہین رہا۔ جب دن دہاڑے ایسا اندھیر مچا ہوا ہو تو پھر کوئی کیسے جیے گا؟"
منیر "شہزادی۔ مین اپنے غم والم کے باعث کسی سے ملنے کے قابل نہین ہون۔ یہ تم اچھا نہین کیا جو یون بے اطلاع کیے چلی آئین"
شہزادی "اوئی! تو کیا پوچھنے کو بھی نہ آتی! یہ ہو ہی نہین سکتا کہ تم کسی غم مین ہو اور میرے دل کو قرار آئے"
منیر "تم بھلا کیا ہمدردی کروگی؟ تمھارے یہان اس واقعہ سے گھی کے چراغ جل گئے ہون گے۔ رات کو تم نے اپنی آرزو ظاہر ہی کر دی تھی۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ تمھارا رات کا کوسنا مجھے بھول جائیگا؟ تمھارا یہ شعر

وصل دشمن کی یہ امید نہ بر آئے کبھی ... تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

اسی طرح میرے دل پر رکھا ہوا ہے جس طرح کلیجے پر ایک بڑی سی چنگاری رکھی ہو۔ افسوس تمھاری مراد پوری ہو گئی۔ اور وہ مین زندگی بھر کے لیے غم کے دریا مین ڈوب گیا"
شہزادی "اب تم یونہین زبان پکڑا کروگے تو مین بھلا کیسے جیون گی؟ غزلون مین اس قسم کے شعر ہوا ہی کرتے ہین۔ لوگ یونہین اُن کو اپنے اوپر ڈھال لیا کرین تو کیسے نباہ ہو؟"
منیر "خیر ہوگا۔ اب تم گھر جاؤ۔ اور خبردار پھر یہان نہ آنا۔ تمھارا آنا ابا جان کے خلاف ہے"
شہزادی "اگر مین اُنھین راضی کر لون تب تو تمھین انکار نہ ہوگا؟"
منیر "بھلا وہ ایسی بات کی اجازت دین گے؟ یہ غیر ممکن ہے"
شہزادی "تمھین اس سے کیا غرض۔ مین تو کسی نہ کسی طرح اُن سے اجازت

لے لوں گی۔"

اتنے میں محمود نے آکے کہا "حضور صبح کی ڈاک آگئی" اور کئی خط اور اخبار سامنے میز پر رکھ دیے۔ منیر اُن میں سے ایک خط کو دیکھ کے چونک پڑا۔ اس لیے کہ اُس کا لفافہ اُسی قسم کا پھولدار تھا جیسا کہ کئی دن ہوئے اُس نے مہ لقا کو دیا تھا۔ لفافہ کو چاک کیا تو کاغذ بھی اُسی کے ساتھ کا تھا اور اُس میں اُسی خط گلشن میں جو کہ مہ لقا نے ایجاد کیا تھا کچھ عبارت لکھی تھی۔ یہ دیکھ کے اور زیادہ حیران ہو گیا۔ دل میں کہا "یہ تو سوا میری جان سے زیادہ پیاری مہ لقا کے اور کسی کا خط نہیں ہو سکتا مگر اُس نے کیونکر اور کہاں سے لکھا؟" دل میں ان خیالات کے گزرنے کے ساتھ ہی اُس نے اس تحریر پر غور کرنا شروع کیا۔ اگرچہ اس خط کے تمام حروف وہ بخوبی پہچان لیتا تھا لیکن روانی کے ساتھ پڑھنا مشکل تھا۔ شہزادی سے کہا "اچھا تو رخصت!"

شہزادی: "اوئی! نگوڑی بے مروتی کی بھی کوئی حد ہے؟ میں تو نہ جاؤں گی!"

منیر: "اچھا تو ٹھہرو۔ مگر میں ایک ضروری کام کر کے کوئی آدھ گھنٹہ میں آؤں گا۔"

یہ کہتے ہی بغیر اس کے کہ جواب کا انتظار کرے وہ خط لے کے ایک دوسرے پوشیدہ کمرے میں چلا گیا۔ وہاں جاتے ہی کمال بیتابی کے ساتھ اُس خط کو آنکھوں سے لگایا۔ چوما۔ اور سامنے رکھ کے اُس کے الفاظ معمولی اردو حرفوں میں لکھنے لگا۔ اور آخر تک لکھ جانے کے بعد پڑھا تو یہ عبارت تھی:۔

"میرے پیارے منیر۔ میں آج شام کو خدا جانے کہاں ہوں گی۔ مگر چلتے چلتے چاہتی ہوں کہ تمھیں چند ضروری باتیں بتا دوں۔ مجھے یقین ہے کہ عورتوں کے غائب ہونے کے معاملہ میں تین آدمی ضرور شریک ہیں۔ اول تو وزیرن۔ دوسرے تمھارے اُستاد مولانا سعد اللہ۔ تیسرے شہزادی۔ اور یہ راز جب فاش ہو گا انھیں لوگوں کے ذریعے سے فاش ہو گا۔ اس لیے اگر میں بھی غائب ہو جاؤں تو تم وزیرن سے نہ بگاڑنا۔ اور نہ اُس کا اپنے گھر میں آنا موقوف کرانا۔ بلکہ جہاں تک بنے اُسے اپنا دوست بنائے رکھنا۔ مولانا سے بھی تمھارے بہت کام نکلیں گے۔ مگر اسی طرح کہ وہ تمھارے دوست رہیں۔ اور تم پر ہر بات میں بھروسا کریں۔ باقی رہی شہزادی۔ اُس سے ملنے کو میں نے منع کیا تھا۔ لیکن اب سمجھتی ہوں کہ تمھیں اُس سے بھی ملنا اور خلا ملا

بڑھانا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ احتیاط شرط ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُس کے پھندے مین پھنس جاؤ۔ سب سے زیادہ مطلب اسی سے نکلے گا۔ کیونکہ وہ تمھارا دل اپنے ہاتھ مین لینا اور تمھین اپنے اوپر فریفتہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ میری دشمن ہے تمھاری دشمن نہین۔ بلکہ چاہتی ہے کہ تم کو مجھ سے چھین لے۔ اور مجھ سے چھڑا کے اپنا بنائے۔ اس لیے اگر تم بھی اُس سے ذرا کھل کے ملوگے اور اُس پر اپنا میلان ظاہر کروگے تو بہت جلد تمھارا دم بھرنے لگے گی۔ اور کیا عجب کہ اس جوش مین اپنا راز بھی کھول دے۔ مگر پھر کہتی ہون کہ اس کوشش مین ایسا نہ ہو کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ یہ خط مین نے کل رات کو تنہائی مین لکھا اور سوار ہوتے وقت حشمت کو دون گی کہ اگر مین غائب ہو جاؤن تو ڈاک مین ڈال دے۔ تمھاری دلدادہ مہ لقا"

یہ خط پڑھ کے منیر دیر تک ایک سوچ مین رہا۔ پھر محمود کو آواز دے کے اپنا صندوقچہ منگوایا اُس مین اُسے بند کرکے رکھا اور دل مین کہا" تو اب مجھے شہزادی سے پینگ بڑھانے چاہیے۔ تعجب ہے کہ مہ لقا کا گمان ان لوگون پر ہے۔ مگر مجھے کوئی ایسی بات نہین نظر آتی جس سے ان تینون پر ذرا بھی شبہ کیا جائے۔ خیر اُس کی جو مرضی ہو مجھے تو اُس کے حکمون کا بجا لانا ہے۔ اب اس وقت چل کے شہزادی کا دل صاف کرون اس وقت مین اُس سے نہایت کج خلقی کے ساتھ پیش آیا۔ غنیمت ہوا کہ وہ ناراض ہو کے چلی نہین گئی۔ ورنہ غضب ہی ہو جاتا۔ اور پھر مجھے اُلٹے اُس کے گھر جا کے خوشامد کرنا پڑتی"

یہ کہتے ہی اُٹھ کے شہزادی کے پاس گیا۔ شہزادی صورت دیکھتے ہی ذرا مسکرا کے بولی" اب تو دشمنون کا دل ٹھکانے ہے؟"

منیر" ہان بعض وقت میری کچھ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ مجنونون کی سی باتین کرنے لگتا ہون"

شہزادی" تم کو صدمہ ہی ایسا پہونچا ہے"

منیر" ہان یہ بھی ہے۔ مگر میری حالت ہمیشہ سے کچھ ایسی ہی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں تمھارے آنے مین ابا جان کا ایسا خوف لگا رہتا ہے کہ تمھاری صورت دیکھتے ہی وحشت ہونے لگتی ہے"

شہزادی:- "اُن سے آپ نہ ڈریے۔ اُن کا راضی کر لینا میرا کام ہے۔ لیکن وعدہ کیجیے کہ اگر وہ اجازت دے دیں تو پھر تو میرا آنا ناگوار نہ ہوگا؟"

منیر:- "کچھ تمھارے حواس جاتے رہے ہیں؟ ابّاجان اور مجھے تم سے ملنے کی اجازت دینگے؟"

شہزادی:- "تمھیں اس سے کیا؟ میں تو کسی نہ کسی طرح راضی کراؤں گی۔ تم وعدہ کرو۔"

منیر۔ (شہزادی کی عقل پر ہنستے ہوئے) "ہاں میں وعدہ کرتا ہوں۔"

شہزادی:- "اچھا تو محمود کو بلاؤ۔" اور یہ کہتے ہی خود اُس نے محمود کو کئی آوازیں دیں۔ جو لپکتا ہوا آیا اور کہا "حاضر"

شہزادی:- "تم ان کے ابّاجان کے پاس جا کے میری طرف سے اتنا کہو کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔"

منیر:- "تو پھر کسی اور وقت اُن سے مل لینا۔ اس وقت میرے پاس سے جاؤ گی تو میں مارے ندامت کے منھ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔"

شہزادی:- "اے تو اُنھیں کیا خبر کہ میں تمھارے پاس سے اُٹھ کے جاتی ہوں؟"

منیر:- "وہ غافل نہیں ہیں۔ انھیں یہاں کی ذرا ذرا سی خبریں پہونچتی رہتی ہیں۔"

شہزادی:- "تمھیں فقط مالیخولیا ہو گیا ہے۔ وہ کیا جانیں کہ یہاں کون بیٹھا ہے۔ اور میں تو اس گھڑی بے اُن سے ملے نہ جاؤں گی۔ (محمود سے) "تم جاؤ! سوچتے کیا ہو؟"

محمود منیر کی صورت دیکھنے لگا کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ اور منیر کا جب اور کچھ زور نہ چلا تو اُٹھ کھڑا اور کہا "اچھا جاؤ۔ خبر کر دو۔ مگر میں بھی اب یہاں نہ بیٹھوں گا۔"

شہزادی:- "ہاں جاؤ۔ اور میں بھی تمھارے ابّاجان سے ملنے کے بعد بے تم سے ملے گھر چلی جاؤں گی۔ لیکن وعدہ کرو کہ شام کو میرے یہاں آؤ گے۔" اور اس وعدے میں منیر نے تامل کیا تو بولی "تمھیں وہاں ضرور آنا پڑے گا۔ اور جو نہ آؤ گے تو خود میں یہاں چلی آؤں گی۔"

منیر:- "اچھا میں آؤں گا۔ تم نہ آنا۔ لیکن اس وقت جو میں نے تم سے کچھ خلقی کی تھی اُسے معاف کر دو۔ میں اس وقت ایسا فکروں اور رنجوں میں مبتلا تھا کہ انسانیت سے گزر گیا۔"

شہزادی۔ (مسکرا کے اور خود ہی ایک جوش کے ساتھ منیر سے لپٹ کے) "یہ

کج خلقی نہ تھی بلکہ کج ادائی تھی۔ اور اسی لیے تو میں نے برا نہیں مانا۔ خیر اب جاؤ۔ رات کو ملیں گے۔"

منیر اُس سے رخصت ہو کے پھر اپنے اُسی پرالوٹ کمرے میں گیا۔ اور صندوقچہ کھول کے مہ لقا کے خط کو بار بار پڑھنے اور مزہ لینے لگا۔ اور شہزادی چند منٹ کے بعد محمود کے ساتھ محمد نصیر صاحب کے پاس گئی۔ یہ خبر سُن کے محمد منیر دل میں کہنے لگا "یہ اباجان کے پاس جا کے کیا کہے گی؟ اور وہ اس سے کیونکر ملیں گے؟ مجھے تو یقین ہے کہ وہ کھڑے کھڑے نکلوا دیں گے۔ اور بہت ہی ذلیل کر کے نکالیں گے۔ بھلا وہ ایک رنڈی سے ملیں یا ایک بازاری عورت مجھ سے ملنے کی اجازت مانگے اور وہ سُن کے برداشت کریں! غیر ممکن ہے۔ مگر شہزادی کی حماقت کو کیا کیا جائے؟ اور پھر اُلٹے مجھ سے شکایت کرے گی۔ میں تو صاف کہہ دوں گا کہ تمہاری حماقت کا میرے پاس کیا علاج ہے۔ ہزار منع کیا تم مانا۔ اور جب اپنی راے سے گئی تھیں تو پھر اس کا خمیازہ بھی تمھیں بھگتو۔ خرابی تو یہ ہے کہ اباجان کی برہمی کا اثر میری ملاقات پر بھی پڑے گا۔ اور مجھے اب اپنی پیاری مہ لقا کے لکھنے کے بموجب اُس سے ملنا اور راہ و رسم رکھنا ہے۔"

اس خیال نے اُس کے خیالات کو شہزادی کے واقعات سے ہٹا کے مہ لقا کی باتوں کی طرف منتقل کر دیا۔ اور کہنے لگا "خدا جانے اس وقت وہ کہاں ہوگی؟ کن لوگوں کے بس میں ہوگی؟ اور اُس کا کیا حال ہوگا؟ وہ کہتی ہے کہ اُس کی غیبت کا راز شہزادی مولانا سعد اللہ اور وزیرن کے ذریعہ سے کھلے گا۔ ان لوگوں سے کیونکر دریافت کروں؟ کیا شہزادی کے قدموں پر ٹوپی رکھ کے التجا کروں کہ میں ہمیشہ کے لیے تمھارا غلام ہو جاؤں گا۔ تم مجھے مہ لقا کا پتا بتا دو۔ مگر افسوس اس طرح وہ کیوں بتانے لگی تھی؟ معلوم بھی ہوگا تو ٹال جائے گی۔ جو بتائے گا وہ مجرم قرار پا جائے گا؟ پھر بھلا کسی کو یہ کیوں منظور ہونے لگا تھا؟ افسوس مولانا شادی ہی کی رات کو حرام پور چلے گئے۔ یہاں اتنا بڑا واقعہ پیش آیا۔ اور وہ بے کچھ کہے سُنے اور بے ملے چلے گئے۔ اس مصیبت کے وقت ایک دن ٹھہر کے تو ہمدردی کرتے۔ مگر اُنھیں اس کا ذرا بھی خیال نہ ہوا۔ وزیرن گھر میں اماں جان کے پاس روز ہی آتی تھی۔ شادی میں بھی ہر امر میں پیش پیش رہی تھی۔ مگر اُس گھڑی سے اُس کا بھی پتا نہیں۔ آج

شاید کسی دن آئے۔ اُس سے مل کے مجھے دو ایک باتین ضرور کرنی چاہیئے"
اِسی خیال سے اُس نے محمود کو آواز دی۔ جو ذرا دیر کے بعد آیا۔ اور کہنے لگا بڑے حضور آپ سے ملنا چاہتے ہین؟"

منیر۔ (چونک کے دل مین) "بڑی خرابی ہوئی۔ شہزادی جو اُن کے پاس چلی گئی اس کا غصہ اب وہ مجھ پر نکالین گے" (آواز سے) "کیا مجھے بُلایا ہے؟"

محمود۔" جی ہان بلاتے ہین بلکہ وہ خود ہی یہان آ رہے ہین" یہ سُنتے ہی منیر گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مہ لقا کے خط کو جو میز پر سامنے کھُلا رکھا تھا جلدی سے صندوقچہ مین بند کر کے کہا" شہزادی ہے پاگئی؟"

محمود۔" وہ تو ابھی ابھی گئی ہین" یہ سنتا ہوا کمرے سے نکلا تو دیکھا کہ محمد نصیر صحن مین کھڑے ہین جو بیٹے کی صورت دیکھتے ہی بولے" بیٹا محمد منیر مجھے تم سے کچھ کہنا ہے آؤ میرے ساتھ آؤ" منیر اُن کے ساتھ ہوا۔ اور اُسے لے کے وہ اپنی خلوت گاہ مین گئے جسے اُن کی عزلت گزینی و عبادت نے خانقاہ بنا رکھا تھا۔ وہان جا کے تخت پر بیٹھ گئے اور جب منیر بھی سامنے ادب سے دو زانو بیٹھ چکا تو ادھر اُدھر دیکھ کے اور اس بات کا اطمینان کر کے کہ کوئی اور نہین ہے بولے "بیٹا اس وقت شہزادی میرے پاس آئی تھی اور چاہتی تھی کہ مین تمھین اُس سے ملنے کی اجازت دون"

منیر۔" تو آپ نے کیا جواب دیا؟ یقین ہے کہ ایسی بیہودہ حرکت پر جناب نے اُسے سامنے سے نکلوا دیا ہوگا"

نصیر۔" دل مین تو یہی آئی تھی۔ مگر اُس کی عاجزانہ خوشامد پر مجھے افسوس معلوم ہوا اور کہا کہ مین نے نصیر کو کسی سے ملنے سے منع نہین کیا ہے۔ وہ آزاد ہے۔ جس سے چاہے ملے۔ اور جہان مناسب سمجھے جائے۔ مگر پھر بھی وہ اصرار ہی کرتی رہی کہ مین خاص طور پر تم سے کہہ دون کہ اُس سے ملا کرو"

اِن باتون کو سُن کے منیر دل مین بہت ہی حیران ہوا کہ ابّا جان یا تو اُس سے ملنے کے اس قدر خلاف تھے یا آج مزاج کا رنگ بدلا ہوا ہے؟ کیا یہ مجھے اُس سے ملنے کو کہین گے؟ آخر جرأت سے کام لے کے پُوچھا" تو جناب کیا ارشاد فرماتے ہین؟"

محمد نصیر۔" مین یہ تو نہین کہہ سکتا کہ تم اُس سے زیادہ خلا ملا بڑھاؤ۔ یا اُس کے شوق مین

دیوانے ہوجاؤ۔ لیکن اُس کی عاجزی والتجا کے خیال سے اتنا ضرور کہون گا کہ کبھی کبھی اُس سے مل لیا کرو۔"

علی نقی ۔ (حیرت زدہ ہوکے) "یہ آپ فرماتے ہین! اور اس کے نتیجون اور اندیشون کا بھی جناب نے خیال فرمالیا ہے؟"

محمد نصیر "بے شک اس مین اندیشے ہین لیکن تمھاری طبیعت سے مجھے پورا اطمینان ہے۔ اور یقین واثق ہے کہ تمھارے اخلاق پر کسی قسم کا اثر نہ پڑے گا۔ فی الحال ان افکار و آلام کی وجہ سے جن مین خدا نے تمھین اور ہمارے سارے خاندان کو مبتلا کر دیا ہے تمھارے لیے کسی ایسی صحبت کی ضرورت ہے جس مین تمھارا غم غلط ہوا کرے۔ اس لیے ان دنون ضرورت ہے کہ تم اُس سے ملو جلو۔ باقی اپنے اخلاق کو سنبھالے رہنا اور آوارگی و بدکرداری سے بچنا یہ تمھارا کام ہے۔ جن باتون سے انشاء اللہ تم محفوظ رہو گے بہرحال مین تم کو اجازت دیتا ہون۔ بلکہ آج کل اُس سے ملنا جلنا تمھارے حق مین مناسب خیال کرتا ہون۔"

باپ کی اس گفتگو نے اُسے نقش حیرت بنا دیا۔ بار بار نظر اُٹھا کے باپ کی صورت دیکھتا اور آنکھین نیچی کر لیتا۔ آخر دل مین کہا "ابا جان۔ ہزار متقی و پرہیزگار اور لاکھ نیک نفس و پاک باطن ہون مگر ان مین اخلاقی کمزوری ضرور ہے۔ جس کا خیال مجھے اُسی دن گزرا تھا جب اُنھون نے باوجود تارک الدنیا ہونے کے شادی مین دوستون کے اصرار سے رقص و سرود کو منظور کر لیا اور عورتون کے اصرار سے تمام مہمل سے مہمل رسمین گوارا کر لی تھین اور آج اُس کمزوری کا یہ انتہائی نمونہ ہے کہ میرا غم غلط کرنے کے لیے مجھے اس [illegible] صحبت اختیار کرنے اور ایسی راہ چلنے کی اجازت دیتے ہین جس مین سوا خرابی کے کوئی خوبی ہو ہی نہین سکتی۔ لیکن میرے حق مین یہ اچھا ہی ہوا۔ [illegible] دی سے اگر یہ کبھی بجائین تو مجھے مہ لقا بچا سکے گی۔ بھلا ممکن ہے کہ اُس کی نصیحتین مجھے بھول جائین؟ ہان مہ لقا کی خواہش کے مطابق مجھے اب شہزادی سے اکثر ملنے جلنے کی ضرورت تھی جس مین ابا جان کے ناراض ہونے کا اندیشہ رہتا اس اجازت کے بعد یہ دھڑکا جاتا رہے گا۔ اور اُس سے نہایت آزادی کے ساتھ ملا کرون گا۔ جب چاہون گا یہان بلاؤن گا۔ اور جب چاہون گا اُس کے

گھر پر چلا ؤ جاؤن گا۔" یہ باتین دل مین سوچ کے کہا "بہتر۔ آپ کی اجازت سے تو مین اس سے مل لیا کرون گا۔ لیکن اُس کی صحبت سے میرا مقصد فوت ہو یہ غیر ممکن ہے۔" یہ کہتے ہی باپ سے رخصت ہو کے چلا آیا۔ اور پھر اکیلے مین مہ لقا کے خط کو نکال کے غور کرنے لگا۔ کیونکہ مہ لقا کے ہاتھ کی اس تحریر سے اُس کے دل کو بڑی تسلی ہوتی تھی۔ اور جی چاہتا تھا کہ اگر مہ لقا نہین ہے تو اُس کے یہ پیاری تحریر ہی نظر کے سامنے رہے۔

دسوان باب

حسن کا ڈاکو

اس حالت کو دو ہفتہ گزر گئے۔ مہ لقا کا کہین پتہ نہین۔ سراغ لگنے کے متعلق پولیس کو قطعی مایوسی ہے مگر معززین شہر کے دکھانے اور حکام کو اطمینان دلانے کے لیے بہ ظاہر افسران پولیس برابر دوڑ دھوپ کر رہے ہین۔ محمد منیر کی وحشت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ وہ دن بھر مین بیس بیس بار مہ لقا کی خط گلشن کی آخری تحریر کو نکال نکال کے پڑھتا ہے اور گھنٹون سوچا کرتا ہے کہ وزیر زادی اور شہزادی سے کیونکر اس راز کو دریافت کرون۔ اور کیا تدبیر کرون کہ یہ لوگ اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرین۔

شہزادی کے پاس وہ ان دنون روز جاتا رہا۔ کئی بار وہ اُس کے گھر مین آئی۔ اور گھنٹون بیٹھ کے اپنی شوخ ادائیون سے منیر کے دل پر اثر ڈالتی رہتی۔ منیر اگرچہ اخلاق سے ملتا۔ اور اُس کی شوخیون پر بجائے بگڑنے کے بہ ظاہر خوش ہوتا ہے۔ جس سے شہزادی کے دل مین خیال پیدا ہو چلا ہے کہ مین نے اُسے اپنے دام گیسوئے اسیر کر لیا۔ اور چند روز مین یہ میرا ہی دم بھرنے لگے گا۔ منیر کی باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے مہ لقا کا غم بھولنے لگا۔ اور اُس کے والد محمد نصیر بھی خوش ہین۔ کہ بیٹے کا دل بہلانے کے لیے مین نے جو تدبیر کی تھی وہ پوری اُتری۔ مہ لقا کے غائب ہونے کے بعد پہلی بار جو شہزادی منیر سے ملنے اور اظہار ہمدردی کے لیے آئی تھی تو وہ خود سے نہین آئی تھی بلکہ محمد نصیر صاحب کی بلوائی ہوئی آئی تھی۔ اس لیے کہ اُنھون نے خفیہ طور پر اُس کے پاس کہلا بھیجا تھا کہ منیر سے آ کے ملے اور اُس کا دل بہلائے۔ یہی وجہ تھی کہ ذرا سے محمد نصیر کے راضی کر لینے کا دعوی تھا۔ اور اسی سبب سے وہ جا کے

محمد نصیر سے ملی اور کہا کہ آپ اُنھیں مجھ سے ملنے کی اجازت دے دیجئے۔ منیر کو دوسرے ہی دن اپنے آدمی محمود سے اِس کا حال معلوم ہو گیا۔ اور اپنے والد کی اخلاقی کمزوری پر غصہ آیا اور افسوس ہوا۔

آج دوپہر ڈھلی تھی آفتاب سمت الراس سے گزر کے مغرب کی جانب بڑھ چکا تھا اور منیر ظہر کی نماز پڑھ کے بیٹھا ہی تھا کہ مولانا سعد اللہ صاحب آگئے۔ جن کی صورت دیکھتے ہی منیر نے کہا "مولانا مجھے آپ سے ایسی بے مہری کی امید نہ تھی۔ ہم پر اتنی بڑی مصیبت آپڑی۔ اور آپ نے پوچھا تک نہیں۔ بلکہ مہ لقا کے حسن پر ڈاکہ پڑنے کا حال سنتے ہی آپ حرام پور چلے گئے۔ اور اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ مجھ سے ذرا مل تو لیتے؟"

مولانا "مجھے خود بھی خیال تھا کہ تم شکایت کرو گے۔ مگر ایسی ہی مجبوری تھی کہ مجھ سے سوا چلے جانے کے کچھ نہیں بنا۔ برات کے ساتھ میں گھر آیا۔ دلھن کے غائب ہو جانے کا ہنگامہ سنا۔ اور نہایت بدحواسی کے ساتھ ادھر اُدھر دوڑنے لگا۔ یکایک نواب صاحب کا ایک آدمی آیا۔ اور سواری کے ساتھ یہ حکم لایا کہ جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی اُٹھ کے چلے آؤ۔ ایک منٹ کی بھی دیر نہ ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کرتا؟ تم کو تلاش کیا کہ رخصت ہو لوں۔ مگر تم اپنی پریشانیوں میں خدا جانے کہاں تھے کہ ہزار ڈھونڈھا نہ پایا۔ اس کے ساتھ خیال آیا کہ ایسی حالت میں جبکہ تم حد سے زیادہ رنجیدہ و ملول ہو تم سے رخصت ہونے کا نام لینا بھی بے موقع ہو گا بس بے سوچے کے بے ملے چلا گیا۔ نواب صاحب نے مجھے ایسا پکڑا کہ آج تک آنے کی اجازت نہیں دی۔ ورنہ میں کب کا آکے تم سے ہمدردی کر چکا ہوتا۔ اور آج بھی آیا ہوں تو بخدائے لایزال ایک نہایت ہی ضروری کام کو آیا ہوں۔ اتنی فرصت ہی نہیں کہ دو گھڑی کو یہاں ٹھہروں۔ نواب صاحب کو میرے وعدوں کا اعتبار نہ آیا تو دو آدمی ساتھ کر دیئے ہیں کہ مجھے کہیں ٹھہرنے نہ دیں۔ اور فوراً واپس لے جائیں۔ خیر اب یہ بتاؤ کہ تمھاری دلھن کا کہیں پتہ بھی لگا ہے؟"

منیر "کس لڑکی کا پتا لگا ہے جو اُس غریب کا پتا لگے گا۔ لاکھ سر مارا مگر کچھ سراغ نہ لگا۔ آج کل تو حسن پر ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اور ڈاکو ایسے ہوشیار ہیں کہ کوئی اُن کی گرد بھی نہیں پاتا۔"

مولانا:"نہایت ہی معصوم صورت بنا کے" واقعی بڑا اندھیر ہو رہا ہے۔ مجھے تو اب یقین آگیا کہ یہ انسانوں کا کام نہیں۔ جنوں کے سوا اور کسی سے ایسی جرأت نہیں ہو سکتی"

منیر:"جی ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ اور اُس روز جنوں کے شاہزادے عباس نے جو شہزادی کے سر پر آیا تھا قبول ہی کر لیا کہ یہ اُس کا فعل ہے۔ اسی لیے میں اُن دنوں جس قدر آپ کا منتظر تھا کسی کا نہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ مہ لقا کا جب پتا لگے گا آپ ہی کے ذریعے سے لگے گا۔ مولانا خدا کے لیے میرے حال پر ترس کھا کے کوئی تدبیر کیجیے"

مولانا:"کیا تدبیر کروں؟ خیال تھا کہ تمہاری پری عباس کے جور و تشدد سے پریشان ہو کے کسی کے سر پر آ کے مجھ سے ملے گی۔ مگر کمبخت آج تک نہیں آئی۔ ایسی حالت میں تم ہی کہو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

منیر:"میری اتنی تمنا ہے کہ چند روز کے لیے آپ آکے میرے پاس رہیں۔ آپ یہاں ہوں گے تو کوئی نہ کوئی تدبیر پیدا ہو ہی جائے گی"

مولانا:"اچھا تو میں اسی ہفتے میں نواب صاحب سے اجازت لے کے دو چار روز کے لیے آ جاؤں گا۔ لیکن تم میرا ایک کام کر دو تو میں بڑی زحمت سے بچ جاؤں"

منیر:"جو حکم ہو ارشاد فرمائیے۔ بھلا مجھے اُس کی بجا آوری میں عذر ہو سکتا ہے؟"

مولانا:"مجھے اگر یہاں ٹھہرنے کی فرصت ہوتی تو تم کو تکلیف نہ دیتا"

یہ کہہ کے اُنھوں نے چادر میں سے کھول کے ایک تھالی نکالی۔ اور اُسے منیر کی طرف بڑھا کے کہا "ایسی ہی ایک تھالی شہر میں تلاش کرا کے مجھے منگوا دو"

منیر:"اس قسم کے برتن تو یہاں بہت بنتے ہیں۔ ایسی تھالی کا ملنا کون مشکل ہے؟ ذرا توقف کیجیے۔ میں ابھی آدمی بھیج کے منگوائے دیتا ہوں"

مولانا:"نہیں اس وقت نہ مل سکے گی۔ میں سارے بازار میں ڈھونڈھ آیا۔ کسی دکان پر نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس میں جس قسم کے نقش و نگار بنے ہیں بجنسہ ویسے ہی ہوں۔ اور ایسی کوئی تھالی جس پر اس وضع کے نقش و نگار ہوں کسی کے پاس نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کاریگر پہلے ایسی تھالیاں بناتا تھا مگر اب بننا موقوف ہو گئی ہیں۔ تم یہ کرنا کہ پہلے تو بازار میں اور مشہور کاریگروں کے وہاں ڈھونڈھوانا۔ مل گئی تو خیر۔ ورنہ یہی نمونہ دکھا کے کسی اچھے کاریگر سے بنوا دینا۔

تھالیاں اس قطع کی ہزاروں موجود ہیں۔ صرف ایسے نقش و نگار نہیں ہیں۔ کام بالکل سادہ ہے۔ ہوشیار بنانے والا ہو تو دیکھ کے دم بھر میں بنا دے گا۔ مگر مجھے اس وقت بنوانے کی چھٹی نہیں ہے۔ اسی لیے یہ کام تمھارے سپرد کیے جاتا ہوں۔" یہ کہتے ہی مولانا سعد اللہ نے تھالی منیر کے سامنے رکھ دی اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

منیر: "اتنی جلدی! ابھی تو مجھے آپ سے بہت کچھ کہنا سننا تھا۔"

مولانا: "آج میں ایک منٹ کو بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ پرسوں یا ترسوں تھالی لینے کے لیے آؤں گا تو ایک دن ٹھہر جاؤں گا۔" اتنا کہا اور خود ہی سلام کر کے چلے گئے۔

اُن کے چلے جانے کے بعد منیر دیر تک دروازے کی طرف دیکھتا رہا جس میں سے نکل کے مولانا گئے تھے۔ دل میں کہا "مولانا کو گویا میرے غم کی فکر ہی نہیں ہے ایسا کون سا ضروری کام ہو سکتا ہے جس کے لیے ان کو دو ایک گھنٹہ ٹھہرنے کی بھی فرصت نہ تھی؟ افسوس مُلّاؤں اور اس مذاق کے لوگوں میں انسانی ہمدردی کا معمولی مادہ بھی نہیں باقی رہا؟ اباجان نے شادی کے موقع پر دینے لینے میں بھی کمی نہیں کی پینچ بھی ہمیشہ ان کا باپ کا سا ادب کیا مگر ان کی بظاہر یہ حالت ہے کہ گویا ہمارا غم ہی نہیں ہے۔ افسوس مصیبت میں کوئی ساتھ نہیں دیتا! جو ہے اپنی غرض کا بندہ ہے!" اب اُس کی نظر اُس تھالی پر پڑی جس نے ان خیالات کو بھلا دیا۔ اور وہ اُسے اُلٹ پلٹ کے دیکھنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے نقش و نگار پر نظر پڑی۔ اور یکایک چونک کے غور سے دیکھنے لگا۔ "ایں یہ کیا؟ اس میں تو ویسے ہی حروف بنے ہیں جیسے مہ لقا نے ایجاد کیے ہیں! کیا اس خط کو مہ لقا کے علاوہ کوئی اور بھی جانتا ہے! اگر نہیں۔ کسی شاعرانہ خیال میں توارد ہو سکتا ہے۔ تحریر اور خط میں نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے گل بوٹے کھودے ہیں۔ پھول پتیاں تو ہوتی ہیں۔ ویسی ہی بن گئیں۔ لیکن بڑی حیرت کی بات ہے۔ آہا! اس میں تو حرفوں کی ترتیب بھی ویسی ہی ہے۔ اُسی وضع سے حرفوں کے جوڑ ملائے گئے ہیں۔ اور ویسا ہی لفظوں میں فصل بھی موجود ہے! اچھا پڑھوں تو سہی۔ دیکھوں کچھ معنی بھی ہیں یا مہمل الفاظ ہیں۔"

یہ خیال آتے ہی تھالی کو لے کے دوسرے کمرے میں گیا۔ صندوقچہ کھول کے وہ

مہ لقا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حروف بھی نکال کے ایک ایک حرف کو پڑھا۔ اور آخر عبارت کے آغاز و اختتام کا پتا لگ گیا۔ جو ذرا مشکل تھا۔ اس لیے کہ عبارت اس تھالی کے اندر خوبصورت بیل کی طرح تین گول حلقوں میں لکھی ہوئی تھی جس کے الفاظ یہ تھے "میرا یہ خیال صحیح نکلا۔ میں نواب حرام پور کے محل میں بند ہوں۔ اور حلال نگر کی ساری لڑکیاں جو گھروں میں سے حسن کا ڈاکو لے گیا۔ تمہارے مولانا سعد اللہ مجھے یہاں لائے اور انہیں کے سپرد ہوں۔ غنیمت ہے کہ مکان میں اکیلی ہوں اور سوا ایک ہمراز عورت کے کوئی دوسرا نہیں آ سکتا۔ خیریت سے ہوں۔ تم گھبرانا نہیں۔ مگر جو کچھ میں نے بتایا ہے خبردار ابھی کسی کے سامنے زبان سے نہ نکالنا۔ پہلے میں وزیرن کے گھر میں رکھی گئی تھی پھر سعد اللہ بند گاڑی میں ڈال کے حرام پور میں لائے۔ مگر ابھی اس راز کے فاش کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس کو میں پھر بتاؤں گی۔ حلال نگر کے گوڑھی بازار میں ایک عورت ہر جمعہ کو ایک ویسی رومال بیچنے کو لائے گی۔ اس سے وہ رومال چاہے جن داموں پر دے مول لے لیا کرنا۔ مہ لقا"

پوری عبارت پڑھتے ہی منیر کے ہوش جاتے رہے۔ ایک چکر سا آنے لگا۔ پھر اپنے آپ کو سنبھالا۔ دل میں خود بخود جیسے کوئی کہہ رہا تھا "ایں۔ استاد اور یہ حرکتیں! یہ تقدس یہ زہد و تقوی اور ایسے افعال! آہ! انسان کس کا اعتبار کرے؟ نواب حرام پور کے حرکات ناشائستہ نے مجھے پہلے ہی اس سے بدظن کر رکھا تھا۔ مگر خیال نہ تھا کہ حلال نگر کے حسن کا ڈاکو وہی ہے۔ اور اسی کے لوگ حسن و جمال کی قزاقی کر رہے ہیں۔ بارہا مولوی صاحب نے مجھے اس شیطان مجسم سے ملانا چاہا۔ خود اس نے کئی بار بلوایا۔ مگر میں نہیں گیا۔ خیال کیا کہ ایسے بدمعاش رئیسوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا بھی برا ہے۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ مجھے اُسی سے سابقہ پڑے گا؟ خیر خدا کرے میری مہ لقا اس ظالم کے دست تظلم سے بچ کے نکل آئے پھر دیکھوں میں بھی کیسا بدلہ لیتا ہوں"

ان باتوں کا سلسلہ کسی طرح موقوف ہوتی ہی نہ ہوتا تھا۔ جو وقت گزرتا تھا اس کا غصہ اور طیش بڑھتا ہی جاتا تھا۔ آخر آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ ہونٹوں پر ایک تھرتھراہٹ نمودار ہوئی۔ اور آپ ہی آپ کہا "جی چاہتا ہے کہ اسی وقت حرام پور میں جا کے سعد اللہ اور اس ڈاکو نواب کو گولی مار دوں پر بے شک وہاں اس کا زور ہے اور اس کے سامنے کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ مگر

مجھے بھی ایسی دس بیس جاں نثار دوست مل سکتے ہیں جو میرے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو جائیں - اور جب تک ان بدمعاش رئیس کو کچھ کرنے دھرنے کا موقع ملے محل میں گھس کر مہ لقا کو نکال لائیں - اور ان سب بدمعاشوں کا کام تمام کر دیں - اس کے بعد ہم پر جو چاہے گزر جائے مگر دنیا کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ شریفوں کے ستانے اور بدمعاشی میں حد سے گزرنے کا کیا انجام ہوتا ہے - لیکن افسوس ایسی باتوں کو مہ لقا نہ پسند کرے گی - آہ ! مہ لقا ! تیری ناراضی کا خوف نہ ہوتا تو میں حرام پور کی حرام کاری کا راز طشت از بام کر دیتا - اچھا تو پھر اب میں کیا کروں ؟ ایسی ایسی ظالمانہ بدکاریاں دیکھوں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہوں ؟ میری آبرو لی جائے اور میں آہ نہ کروں ؟ یہ تو نہ ہوگا - نہ ہونا کیسا مجھ سے ہو ہی نہ سکے گا - مگر مہ لقا ! مجھے بزدل ہی بنانے والی مہ لقا ! ہر راستہ پر تو آ کے مجھے روکتی ہے خیر تیری یہ مرضی ہے کہ میں خاموش بیٹھا رہوں اور کچھ نہ کروں تو یہی سہی - لیکن اب صبر کرنا مشکل ہے "

اس کے بعد اس نے تھالی کو محمود کے ہاتھ ایک کارخانہ میں بھجوا دیا کہ اسی نمونہ اور ایسے ہی نقش و نگار کی ایک اور تھالیاں دو دن کے اندر تیار کر دی جائیں اور چوتھے دن مولوی سعد اللہ آئے تو وہ تھالی ان کے حوالے کی اور دل پر انتہا جبر کر کے ان سے اخلاق کے ساتھ ملا - مگر باتوں باتوں میں پوچھا کہ یہ تھالی کس کی ہے؟ اور آپ کو کہاں سے ملی ہے؟ مولوی سعد اللہ نے کہا " اصل یہ ہے کہ نواب صاحب کی ایک حرم پر کوئی ایسا زبردست جن آتا ہے جس پر کسی کا کچھ زور نہیں چلتا - اس کی روک تھام کی ہزار تدبیریں کی گئیں مگر اس پر مطلق اثر نہیں ہوتا - خود نواب صاحب کو اس نے اس قدر مارا اور ایسا ذلیل کیا کہ اس کے پاس جاتے ڈرتے ہیں - یہی حال ان تمام خادماؤں اور محلداروں کا ہوا جو اس کی حفاظت کے لیے مقرر کی گئیں اس نے کسی کے چیتھڑے نوچ ڈالے - کسی کا کاٹ کھایا - کسی کو مار بیٹھی - اور کسی کی چٹکی لے لی آخر نواب صاحب نے اسے ایک خالی مکان میں قید کر کے میرے سپرد کر دیا کہ اس کی نگرانی کروں - اور جب مرض دور ہو لے تو اسے پھر محل میں پہنچا دوں - یہی سبب ہے کہ مجھے دم بھر کے لیے بھی چھٹی نہیں ملتی ایک عورت سی خدا جانے کیوں وہ نہیں بولتی - چنانچہ اسی کو میں نے اسی کے پاس رکھ دیا ہے - چند روز ہوئے اس جن نے جو اس پر ہے اور نام نہیں بتاتا یہ تھالی دی - اگر تم ایسے ہی نقش و نگار کی تھالی لا دو گے تو میں اپنا نام بتاؤں گا - تم نے بڑا کام کیا جو اسے تیار کرا دیا اب شاید اس کا کچھ پتا چلے - کیا عجب شاہزادہ عباس ہی ہو - اور اس سے تمہارا کام نکلے "

منیر نے اس کے جواب میں صرف اسی قدر کہا کہ " بیشک اسی سے میرا کام نکلے گا " !

مولانا کو رخصت کر دیا -

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے مشہور ناول اور مقبول عام تصانیف

(۱) عصر قدیم۔ عہد سلف کی تاریخ ابتدا سے ولادت مسیح تک۔ (۲) نمبر ہری ایڈیشن نمبر ۳) عہ
(۳) ابوبکر شبلی۔ آپکا مفصل تذکرہ اور آپکے عہد کی مذہبی حالت۔
(۴) تاریخ سندھ۔ قدیم الایام سے حکومت عرب کے آخر زمانہ تک۔ جلد اول عہ جلد دوم عہ
(۵) حروب صلیبیہ۔ صلیبی لڑائیوں کی تاریخ عہ
(۶) قاضی حمکانوا ۔ آقا عثمان مرحوم رئیس لکھنؤ کے حالات عہ
(۷) حسن بن صباح (۲) نمبر ہری ایڈیشن نمبر ۳) ملک فرقہ باطنیہ کے حالات زندگی۔ عہ
(۸) سکینہ بنت حسین۔ جناب امام حسین کی صاحبزادی جناب سکینہ کے حالات۔ عہ
(۹) افسانۂ قیس۔ (۵ نمبر ہری ایڈیشن نمبر ۱) کتاب بہت اضافہ کے ساتھ از سر نو مرتب کی گئی ہے۔ عہ
(۱۰) ملک زنوبیہ۔ قدیم کی ایک عربی شہزادی کے حالات عہ
(۱۱) مجالس النساء۔ حضرت صاحب الحق شاہی بیگم اور قاسمی سلطانہ بیگم
(۱۲) قیس و لبنیٰ (۲) نمبر ہری ایڈیشن نمبر ۲) عرب کا ایک سچا عاشقانہ قصہ یہی سوانح عمری اور یہی ناول۔ عہ
(۱۳) یوسف و نجمہ کامل۔ جب بیتی نہیں آپ بیتی کیا ہے بلکہ ایک کہانی میری ہے اور میری زبانی میری عہ
(۱۴) فتح اندلس۔ سپین میں عرب کی سلطنت قائم ہونے کے وقت سپین کی سیاسی حالت اور مسلمانوں کی بہادری و جوش کا بیان
(۱۵) مشرقی تمدن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ۔ پہلی بار دوسری جلد بالکل نئے حالات۔
(۱۶) مشرق و مغرب کی عشقبازیاں مع ڈھنگ پہلی بار کیمپ عہ
(۱۷) غزوۂ بدر۔ حضرت جنتی کی سلطنت کا سفر اور جنت کی سیر
(۱۸) ملک العزیز دولت غوریہ کا عروج و زوال اور سلاطین غیاث الدین و شہاب الدین غوری کے کارنامے۔ عہ
(۱۹) آغا صادق کی شادی۔ لکھنؤ کے اگلے دربار کی ایک بامذاق تصویر کسی کی دلہن کے ساتھ عہ
(۲۰) شہید وفا۔ عرب اور ہسپین کے حسن کی جیتی جاگتی تصویر عہ
(۲۱) غیب دان دلہن۔ ایک حسین و جمیل اور قابل بی بی کی ترکیبیں اسکی جیرت انگیز غیب دانی۔ عہ
(۲۲) زوال بغداد یعنی بغداد کی تباہی کا مکمل عہ
(۲۳) جلد دلگداز ۱۸۹۹ء مکمل (۱۲ پرچے) عہ
(۲۴) جلد دلگداز ۱۹۰۱ء وہ سب پرچے جو ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچے) عہ
(۲۵) جلد دلگداز ۱۹۰۵ء مکمل (۱۲ پرچے) عہ
(۲۶) جلد دلگداز ۱۹۰۹ء مکمل (۱۰ پرچے) عہ
(۲۷) جلد دلگداز ۱۹۰۹ء وہ سب پرچے جو ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچے) عہ
(۲۸) جلد دلگداز ۱۹۱۰ء مکمل (۱۲ پرچے) عہ
(۲۹) جلد دلگداز ۱۹۱۱ء مکمل (۱۲ پرچے) عہ
(۳۰) جلد محافظ ۱۹۰۵ء یہ پندرہ روزہ رسالہ دو سال تک شائع ہوتا رہا جس میں مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر کے پندرہ مضامین ہیں دونوں عہ